797

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 21۔جون2006

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث مکمل

799

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا پچیسواں اجلاس

بدھ، 21۔جون2006

(یوم الاربعاء، 24۔ جمادی الاول 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 2 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ
اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً
لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَ قُلْ
رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلْ جَآءَ
الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾
وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا
يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ
اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ
كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾

سُوْرَةُ بنیٓ اسرآئیل آیات78 تا 84

(اے محمد ﷺ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔ کیوں صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہےo اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوا کرو (اور تہجد کی نماز پڑھا کرو)۔ (یہ شب خیزی) تمہاری لئے (سبب) زیادت ہے (ثواب اور نماز تہجد تم کو نفل) ہے قریب ہے کہ خدا تم کو مقام محمود میں داخل کرےo اور کہو کہ اے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیو اور (مکے سے) اچھی طرح نکالیو۔ اور اپنے ہاں سے زور و قوت کو میرا مددگار بنائیوo اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہےo اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہےo اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگرداں ہو جاتا اور پہلو پھیر لیتا ہے۔ اور جب اسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید

ہو جاتا ہےo کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سو تمہارا پروردگار اس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہےo

وما علینا الا البلاغo

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ محترمہ کنول نسیم صاحبہ کی طرف سے تحریک استحقاق نمبر 30 ہے۔

ضلعی زکوٰۃ آفیسر لاہور کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

محترمہ کنول نسیم: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے ایک ضروری عوامی مسئلہ کے حل کے لئے محمد سجاد بابر ڈسٹرکٹ زکوٰۃ آفیسر لاہور کو متعدد بار فون کیا۔ مگر انھوں نے جان بوجھ کر میرا ٹیلی فون نہ سنا اور نہ ہی رابطہ کیا۔ آخر کار میں نے اس کے ٹیلی فون اٹنڈنٹ کو کہا کہ اگر اب انھوں نے میری ڈسٹرکٹ آفیسر مذکور سے بات نہ کروائی تو میں اس کے خلاف اعلیٰ افسران کو لکھ کر شکایت کروں گی۔ تب میرا ان کے ساتھ رابطہ ہوا۔ میں نے ان کو عوامی مسئلہ بتایا اور انھوں نے ٹیلی فون پر میرے ساتھ وعدہ کیا اور کام کرنے کی یقین دہانی کروائی۔ اس کے بعد کافی دفعہ میں نے اس کام کے سلسلہ میں اس کو یاد دہانی کروائی مگر انھوں نے میرا کام نہ کیا۔ آخری دفعہ جب میں نے ان کو کام کے سلسلہ میں فون کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ ایم پی اے صاحبان کو کوئی کام نہیں ہے۔ بلاوجہ ہم افسران کو ٹیلی فون کر کے تنگ کرتے ہیں۔ میں نے کبھی بھی کسی ایم پی اے کا فون نہیں سنا اور نہ ہی میں کسی سے ملاقات کرتا ہوں۔ آپ عارضی لوگ ہیں ہم مستقل ہیں۔ ہم افسر ہیں جس کا چاہیں کام کریں جس کا چاہیں نہ کریں جاؤ جا کر میرے خلاف جو کرنا ہے کر لو۔ میں آپ کا کام نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے بدتمیزی سے میرے ساتھ فون پر بات کی۔ اس کے ان ریمارکس سے نہ صرف میرا بلکہ اس ایوان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری محمد اقبال صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! راجہ صاحب ابھی تک پہنچ نہیں سکے اور جناب خادم حسین وٹو اس محکمے کے وزیر ہیں وہ بھی ابھی تک نہیں پہنچے اگر مناسب سمجھیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: اس کو 24 تاریخ تک pending کر دیتے ہیں۔

وزیر خوراک: جی، اس کو pending فرمادیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! اس کو کمیٹی کے پاس بھیج دیں۔

جناب سپیکر: اس کا جواب تو آ لینے دیں۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 07-2006 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بڑا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے میں نے جب اپنے محترم بھائی معصوم وزیر حسنین بہادر دریشک کی تقریر سنی تو مجھے علامہ اقبال صاحب کا شعر یاد آیا۔

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

جناب والا! میں ان کی تقریر کے ساتھ چلتے ہوئے انہوں نے جو بجٹ تقریر کی ہے پہلے اس کا ہی جواب دوں گا۔ انہوں نے سب سے پہلے یہ فرمایا ہے کہ پنجاب کی شرح نمو میں مسلسل سات سے آٹھ فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ GDP کی ratio کا ایک تو یہ figure غلط ہے۔ دوسرا اگر آپ دیکھیں جو inflation rate ہے that has crossed more than 11 percent اگر آپ کی inflation زیادہ ہو گئی ہے تو آپ کی GDP پھر کہاں رہ گئی ہے۔ دوسرا انہوں نے کہا ہے کہ دو سالوں کے قلیل عرصہ میں 35 لاکھ روزگار کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ نئی انڈسٹری تو وجود میں آئی نہیں ہے۔ آپ کے پبلک سیکٹر میں بھی نوکریاں ابھی تک چل رہی ہیں تو یہ 35 لاکھ کے جو مواقع فراہم کئے گئے ہیں یہ کہاں پر کئے گئے ہیں؟ انہوں نے یہاں پر کہا ہے کہ ہم نے غربت کی لکیر کی کمی کی ہے۔ یہ میں نہیں کہتا یہ ورلڈ بنک اور UNDP کا document ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ پاکستان میں poverty line جو ہے

That is 28 percent۔ یہ 23فیصد نہیں ہے یہ اس کو 5فیصد کم ظاہر کر رہے ہیں۔کیا یہ poverty lineکو سمجھتے ہیں کہ جب ایک بندہ غریب آدمی داتا صاحب کے مزار پر جاکر نیاز کی دیگ کھالیتا ہے تو اس کی غربت ختم ہو جاتی ہے یا یہ سمجھتے ہیں کہ جو آدمی پر آسائش زندگی گزارنے والا پیجارو میں بیٹھ کر پاپی سی میں بیٹھ کر وہ کھانا کھارہا ہوتا ہے تو ادھر ایک دس گیارہ سال کی بچی ان کے بچے کو کھلا رہی ہوتی ہے اور آس بھری نگاہوں سے ان کو دیکھتی ہے کیا اس طرح غربت ختم ہو جاتی ہے۔یا غربت اس کو کہتے ہیں کہ جب یہ سوچتے ہوں کہ یہاں پر قتل بڑھ گئے ہیں، ڈکیتیاں بڑھ گئی ہیں، راہزنی بڑھ گئی ہے، چوری بڑھ گئی ہے یا اس کو یہ غربت سمجھتے ہیں، غربت according to the international standardبارہ ہزار آدمی ہر روز پاکستان میں غربت کی لکیر سے نیچے جارہے ہیں۔اگر آپ دیکھیں تو 45لاکھ سالانہ آبادی بڑھ رہی ہے۔آپ کی جو شرح افزائش آبادی ہے.That is one of the highest مجھے نہیں پتا کہ یہاں پر اس کی وزیر کون ہیں جنہوں نے پاپولیشن ویلفیئر کرنی ہے۔

جناب والا! پاکستان کا جو اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ آبادی کا مسئلہ ہے۔اگر آپ آبادی کو کنٹرول نہیں کریں گے تو آپ کے وسائل کیسے بڑھیں گے۔آپ دیکھیں آپ کے resources کیسے بڑھیں گے۔آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم ترقیاتی کام کرنا چاہتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ بہت اچھی بات ہے ترقیاتی کام ہونے چاہئیں آپ کے بجٹ کی ایک allocationبھی ہے لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ جو allocationہے صحیح ہے، کیا اس کا پیسا صحیح طریقے سے utilizeہوا ہے؟ اس کی utilizationکا جو مسئلہ ہے یہ سب سے اہم ہے۔آپ اگر پچھلے سال کی اور اس سال کی بجٹ allocationکو دیکھیں۔آپ نے utilizationکو بڑھایا ہوگا مگر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ utilizationکا پیسا آنا کہاں سے ہے۔آپ کے دو ریونیو resourcesہیں ایک Provincial receiptاور ایک Federal divisible poolہے۔66فیصد آپ کو فیڈرل divisible poolسے آئے گا اور انہوں نے اب جو اس کی figuresدی ہیں اس میں ساری indirect taxationہے۔اس میں جی ایس ٹی ہے، کسٹم ہے، ایکسائز ہے اگر اس میں shortfallآ جاتی ہے اور اگر آگے این ایف سی کا بھی interimاعلان ہے تو اس کو آپ کہاں سے pickکریں گے۔

دوسرا آپ نے یہاں پر پنجاب میں کون سے resources mobilization کی ہے جہاں سے آپ نے پیسے generate کرنے ہیں۔ کیا آپ سکولوں میں فیسیں بڑھا سکتے ہیں، کیا آپ ہسپتالوں میں فیسیں بڑھا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر! یہ جو پیسا ہے آپ کی debt servicing میں جائے گا۔ چودھری اقبال صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں کیونکہ ایک ہی وزیر ہیں جن سے بات کر سکتے ہیں یہ بڑے مدبر ہیں اور سینئر ہیں۔ یہاں پر ہم نے ایک wheat کا issue raise کیا تھا۔ پاکستان کی تاریخ میں آج تک کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ کی 25لاکھ ٹن کی storage capacity ہے اور آپ کی normal wheat releases ستمبر میں شروع ہو جاتی ہیں۔ جب آپ کے پاس اصل گندم گوداموں میں پڑی ہوئی ہے آپ کو امپورٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ٹھیک ہے اگر فیڈرل گورنمنٹ نے امپورٹ بھی کر لی ہے تو آپ کو فلور ملز کو release کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے 63لاکھ روپیہ یومیہ اس پر مارک اپ دیا ہے۔ جب یہ مارک اپ دیں گے لازمی طور پر یہ آپ کی debt servicing میں جائے گا۔

جناب سپیکر! دوسرا میں یہاں پر وزیر۔۔۔ وزیر تو کوئی ہے ہی نہیں۔ یہی بات ہے اور بڑے افسوس کی بات ہے یہاں پر کسی نے کہا تھا کہ جب یہ document بنا ہے اس وقت اس پر صرف proposal ہی لے لیتے تو آپ اس کو discuss کر سکتے تھے کیونکہ یہ جو بجٹ ہے جیسے کہ چودھری صاحب نے کہا تھا کہ سول بیوروکریسی بناتی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ سول بیوروکریسی بھی نہیں بناتی۔ یہ کلرک بناتا ہے۔ کلرک کیسے بناتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ پیسا ہماری تنخواہوں میں جانا ہے، یہ پیسا ہمارا ongoing schemes پر جانا ہے، یہ آپ نے 4۔ارب روپے وزیر اعلیٰ کے صوابدید پر رکھ دینا ہے۔ کسی بھی financial system میں کہیں آپ نے دیکھا ہے کہ 4۔ارب روپے آپ صرف اس لئے رکھ لیں کہ یہ صوابدیدی ہے۔ کیا یہ الیکشن پروگرام ہے؟

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ زراعت کے لئے جس کا پاکستان کے جی ڈی پی میں 25فیصد حصہ ہے جس میں آپ کی 45 سے 50 فیصد آبادی کام کر رہی ہے آپ کہتے ہیں کہ mechanism ہو گی جب mechanism ہو گی تو mannual labour کم ہو گی۔ اس پر آپ نے 25فیصد رکھا ہے۔ اس پر آپ بات کرتے کہ ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ جب تیل کی قیمت ڈیزل کی قیمت یوریا کی قیمت بجلی کی اور ٹیوب ویل کی سب کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ آپ زمیندار کو پھر output کیا

دے رہے ہیں۔ جس جی ڈی پی کا حصہ 25 فیصد ہو اور اس کی 0.25 فیصد allocation ہو۔

جناب والا! دوسرا اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ جتنی دیر آپ ریسرچ کے لئے پیسا نہیں رکھیں گے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب میں پورے سال میں زرعی سائنس دانوں میں 25 پی ایچ ڈی پیدا ہوئے ہیں۔ if you compare across the border ایک یونیورسٹی میں 1150 پیدا ہوئے ہیں۔ آپ ہائر ایجوکیشن کی بات کر رہے ہیں۔ ہائر ایجوکیشن میں تو آپ اس وقت جائیں گے جب آپ کی basic foundation بن جائے گی۔ آپ پڑھا لکھا پنجاب کی بات کرتے ہیں بہت اچھا ہے پنجاب کو پڑھا لکھا ہونا چاہئے۔ کیا الف انار بے بکری اور پے پنکھا سے پنجاب پڑھ جاتا ہے۔ میں یہاں پر ایک document پیش کروں گا۔ یہ صرف ایک حلقے کا ہے۔ یہاں پر وزیر موصوف موجود نہیں ہیں۔ صرف میرے حلقے میں اس وقت 510 پوسٹیں خالی پڑی ہیں۔ کتنا بڑا حلقہ ہے کتنی آبادی کا حلقہ ہے جہاں پر یہ پوسٹیں خالی ہیں۔ جس جگہ پر کوئی سکول ہے وہاں پر کوئی ٹیچر نہیں ہے جہاں پر ٹیچر ہے وہاں پر بچے نہیں ہیں جہاں پر بچے ہیں تو وہاں پر بلڈنگ نہیں ہے۔ آپ کیا ٹیچرز کو وہ مقام دے رہے ہیں کیا آپ ٹیچرز کو وہ privileges دے رہے ہیں؟ drop out اس سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں مجھے ایمانداری سے بتائیں یہ ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں کتنے لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں جن کے بچے گورنمنٹ سکولوں میں پڑھتے ہوں۔ آپ گورنمنٹ سکول میں پڑھے ہیں اور میں گورنمنٹ سکول میں پڑھا ہوں۔ اب میرا بچہ گورنمنٹ سکول میں نہیں پڑھ رہا اور میں یہ خود کہہ رہا ہوں۔ اس سے بڑی کیا منافقت کی بات ہے کہ ہم اس پر نہیں سوچتے اور ہم غریب کے بچے کی بات کرتے ہیں۔ ایک واقعہ ہے کہ ایک آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو اس کو کوئی پوچھنے گیا اس نے کہا کہ تمہارے درد تو بہت ہو گا اس نے کہا "تیری ٹٹی اے" اس نے کہا نہیں۔ دوسرا گیا تیسرا اور چوتھا گیا اس نے کہا "میری وی ٹٹی سی" اس نے کہا تو بہ جا تینوں پتا اے کہ درد کی ہوندا اے۔ یہاں پر اس وقت کیا ہو رہا ہے کہ پنجاب ایجوکیشن ریفارم سیکٹر پروگرام بذات خود ٹھیک تھا۔ مگر یہ مجھے بتائیں کہ جتنے یہاں پر لوگ بیٹھے ہیں ان کے حلقے کے کسی سکول میں missing facilities آئی ہیں۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب یہاں پر بیٹھے ہیں ان کا یہاں پر ایک سوال تھا اس میں کہا گیا کہ 1650 طلباء لاہور کے ایک سکول میں ہیں لیکن وہاں پر wash room تک نہیں ہے تو پھر یہ facilities کہاں پر provide کی گئی ہیں۔ ہمیں یہ بتا دیا جائے کہ یہ کہاں پر آپ نے سہولت دی ہے۔

ایک آواز: گجرات میں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! گجرات کی بھی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد جب تعلیم کی بات ہوتی ہے تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا کی پہلی دو ہزار یونیورسٹیوں میں پاکستان کا کسی میں بھی نمبر نہیں آتا ہے۔ آپ کے level of education بڑے مختلف ہیں۔ میرا بچہ خود او لیول میں پڑھ رہا ہے دوسرے کا بچہ عام سکولوں میں قاعدہ پڑھ رہا ہے۔ آپ کے آئین میں equality کی بات ہوتی ہے۔ اگر equality نہیں ہوگی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ یہاں پر میں ضرور سمجھوں گا۔ یہاں پر ایگریکلچر کی بات ہوئی تھی کیونکہ اس سے corelated irrigation ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ترقیاتی کام ہیں یہ بڑی اچھی بات ہے، کیا اس کی utilization transparent ہے؟ نہیں، جناب! اس کی utilization transparent نہیں ہے۔ میں اس کی مثال یہ دیتا ہوں کہ سیکرٹری اریگیشن کے علم میں لایا گیا کہ ایک ایکسین نے 45 مربعے سرکاری زمین 73 ہزار روپے میں لیز پر دے دی ہے اور اس کی انکوائری کے بعد ثابت ہوا کہ اس کی سالانہ income کم از کم 1.5 کروڑ روپیہ تھی۔ سیکرٹری اریگیشن یہاں پر لکھتے ہیں۔

> In views of the facts of the case the relevant record and outcome of the personal hearing of the accused, I am of the view that the charges of inefficiency, misconduct and corruption have been proved against the accused officer.

جناب سپیکر! اس کی سزا کیا دی کہ اس کی ایک تنخواہ بند کر دی۔ جب ڈیڑھ ڈیڑھ کروڑ روپے کی embezzlement ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس ملک کو کوئی کھا گیا ہے تو سول بیوروکریسی کھا گئی ہے۔ سول بیوروکریسی کی definition کیا ہے۔

This is a wild dog. You can tame them and ride them.

اب آپ دیکھیں کہ تاریخ میں آج تک یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک non-technical آدمی کو سیکرٹری اریگیشن لگا دیا جائے کیونکہ اس کا interest کوئی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آپ زمیندار ہیں میں نے اریگیشن کی ایک سٹڈی کی کہ اس میں embezzlement کتنی ہوتی ہے۔

2001-02 کی جو آڈٹ رپورٹیں تھیں اس میں

Payment made to contractor without budget 12 crore rupees; stone not carted from quarries 28 crore rupees; material short - 20 crore rupees; payment made to the contractor without technical sanction 31 crore rupees; and splitting of work 13 crore rupees.

ایک ارب 15 کروڑ روپے کا پتا ہی نہیں چلا کہ کہاں گیا ہے۔اس کا جواب نہ وزیر صاحب کے پاس ہے اور نہ کسی اور کے پاس ہے۔ جب میٹنگ میں کمیٹی نے پوچھا تو سیکرٹری صاحب انڈیا تشریف لے گئے۔ ہم نے کہا کہ اس کی اور میٹنگ رکھیں۔ جب ہم نے 13 تاریخ کی میٹنگ کی تو موصوف کینیڈا چلے گئے۔ سول بیوروکریسی کا یہ حال ہے اور میں نے بھی بحیثیت وزیر چند دن گزارے ہیں میں آپ کی وساطت سے اپنے وزراء بھائیوں کو ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس کو آپ کیسے کنٹرول کر سکتے ہیں۔ راجہ بشارت صاحب! آپ تو ماشاء اللہ two in one ہیں تو آپ یہ کریں کہ جو آپ کا Rules of Business 1974 ہے اس میں ایک چھوٹی سی ترمیم لے آئیں، وہ ترمیم یہ ہے کہ جہاں پر administrative Head سیکرٹری ہے تو وہاں پر منسٹر لے آئیں۔ جب آپ کا متعلقہ وزیر اس سیکرٹری کی اے سی آر لکھ سکے گا تو وہ آپ کے کنٹرول میں آ جائے گا جیسے میرے وزیر بھائی میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ سیکرٹری کام نہیں کرتا آپ اس کے خلاف Privilege Motion دے دیں۔ ہمارے privilege کا یہ حال ہے کہ وہ ہمارے ٹیلیفون نہیں سنتے۔ Mr. Speaker! are we doing justice to the society? یہاں پر آپ دیکھیں کہ کیا ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں سب سے بدنام محکمہ اگر کوئی ہے تو وہ اریگیشن ہے۔ زمین کبھی ملکیت نہیں ہوتی اصل ملکیت پانی ہوتا ہے۔ متعلقہ وزیر چیمہ صاحب نہیں ہیں تو میں یہ documents ان کو دوں گا تا کہ وہ اس کی انکوائری کر سکیں۔

جناب سپیکر! اب میں اے ڈی پی پر آتا ہوں۔ جب financial management نہیں ہوتی تو کام خراب ہو جاتا ہے۔ under the financial rules کوئی پراجیکٹ جو 5 بلین روپے سے زیادہ ہو گا that will go to the Executive Committee of the

National Economic Councilرنگ روڈ کا منصوبہ 61 کلو میٹر کا ہے اس کو آپ نے 39 جگہوں میںsplitکر دیا ہے۔

This is not my temperament to name anybody
but I would seek your permission

آپ کو پتا ہے وہ کون سی مقتدر قوتیں ہیں، وہ کون سے مقتدر اعلیٰ حکام ہیں جن کا بیٹا ہے، کون سے وفاقی وزیر ہیں جن کا بیٹا ہے، وہ کون سے بھٹی صاحب ہیں جو اس کو بناتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا آپ اے ڈی پی کا page seven hundred and somethingدیکھیں اس پر 8284 سکیم ہے Special Infrastructure Programmeاس کو 39 حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ان کو یہاں پر رکھا گیا تاکہ اس کا راز بھی نہ جائے۔ اس پر roughly hundred billionروپیہ خرچ آنا ہے۔ پہلے وہاں پر زمینیں خریدی گئیں، اس کا نقشہ نہیں بنایا گیا۔ جب وہ فائنل ہوتا گیا تو اس کو کرتے گئے۔

جناب سپیکر! افسوس کی بات ہے کہ اگر آپ اس سارے بجٹ میں دیکھیں تو کسی بھی sanctionمیں Pages 714,715,716 and 717کسی میں بھی major components کے بعد یہ نہیں لکھا ہے localکیا ہے، provisionکیا ہے؟ آخر میں جا کر page 721 پر وہ لکھ دیتے ہیں کہ اس کا ٹوٹل یہ ہوگا۔ اگر یہ one project presumeکریں تو اس کو bifurcate کرنے کی ضرورت کوئی نہیں تھی اگر اس کو bifurcateکرنا تھا تو اس کی original allocation آپ کو دینی چاہئے تھی آپ اس کو reviseکر سکتے تھے۔ So, this is the biggest financial mismanagementجس کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ کہتا ہوں کہ انسان کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک بادشاہ کا ایک وزیر بڑا منہ زور تھا۔ کسی نے کہا کہ بادشاہ! یہ وزیر قابو نہیں آتا تو اس کو کیا کیا جائے۔ اس نے کہا کہ اس کو تین سوال کرو۔ پہلا سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بڑا سچ کیا ہے، دوسرا سوال دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے اور تیسرا سوال کہ انسان کب گر جاتا ہے تو وہ وزیر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے کہا کہ اگر تم نے جواب نہ دیا تو تمہارا گلا کاٹ دیا جائے گا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ جواب نہیں مل رہا تو ultimately he went to a forestوہ جنگل میں جاتا ہے تو ایک بزرگ بیٹھا ہے اس سے پوچھتا ہے کہ بندیا! تم بڑے پریشان ہو۔ وزیر نے کہا کہ بادشاہ بڑا سخت ہے اگر میں نے جواب نہ

دیئے تو وہ میرا سر قلم کردے گا۔ بزرگ نے پوچھا کہ کیا سوال ہیں۔اس نے کہا کہ دنیا میں سب سے بڑا سچ کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ یہ سوال تو بڑا ہی آسان ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا سچ موت ہے۔ وزیر نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ وزیر نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ بنگلے، کاریں، پجارو، لینڈ کروزر، بی ایم ڈبلیو، زمینیں وغیرہ۔ وزیر نے پوچھا، وہ کیسے۔ بزرگ نے کہا کہ جب تم مر جاؤ گے تو یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا اور تم خالی ہاتھ جاؤ گے۔He got very curiousوزیر نے کہا کہ میرے تیسرے سوال کا جواب کیا ہے۔ بزرگ نے کہا کہ ذرا بیٹھ جاؤ۔ وزیر نے کہا کہ نہیں، نہیں، میرے پاس ٹائم بہت تھوڑا ہے۔ بزرگ کے کہنے پر وزیر بیٹھ جاتا ہے۔ بزرگ نے کتے کو دودھ پلانے والا برتن منگوایا۔ بزرگ نے برتن میں دودھ ڈلوا کر کتے سے کہا کہ دودھ پیو۔ کتا کچھ دودھ پی لیتا ہے تو کتے کو پیچھے ہٹا دیا جاتا ہے۔ بزرگ وزیر سے کہتا ہے کہ یہ اٹھا کر اب تم دودھ پیو۔ وزیر کہتا ہے کہ بابا جی! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔ بزرگ کہتا ہے کہ تمہیں سوال کا جواب نہیں چاہئے۔ وزیر اس دودھ کو اٹھاتا ہے تو بزرگ کہتا ہے کہ بس رکھ دو۔

جناب سپیکر! انسان اس حد تک گر جاتا ہے۔ یہ لوگ سوچتے نہیں ہیں کہ یہ پیسا یہاں پر رہ جانا ہے۔ آپ غریب کی بات کرتے ہیں اور آپ نے اس بجٹ میں غریب کو کیا دیا ہے۔ آپ ان ممبران کی بات دل سے سنیں۔

I am not comfortable here because I feel I am not doing justice to the society. There is social disparity.

اتنا بڑا فرق ہے۔

جناب سپیکر! میں فرنٹیئر گیا ہوں تو میں ان سے بڑا impress ہوا ہوں۔ جب ان کا کھانا آیا تو ان کے ڈرائیور نے بھی ساتھ بیٹھ کر کھایا ہے۔ ہمارا رویہ کیا ہے کہ ہم جب جاتے ہیں تو ڈرائیور سے کہتے ہیں کہ یہ -/50 روپے پکڑو اور جاکر کھانا کھا آؤ اور ہم پی سی میں کھانا کھا رہے ہیں۔ Are these social values? Is there any social justice? آپ یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کیوں خراب ہوا ہے؟ میں کہتا ہوں access to justice جب justice delay ہو جاتا ہے تو justice deny ہو جاتا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب پاکستان میں آپ کو انصاف خریدنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نہیں تو میں خود بطور وکیل

کہتا ہوں کہ اگر کسی نے کسی کو وکیل کرنا ہوتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ جناب! یہ بتاؤ کہ جج کا داماد کون ہے، چیف جسٹس کا بھتیجا کون ہے؟ میں نے کہا کہ آپ نے وکیل کرنا ہے؟ اس نے کہا، نہیں جناب! ہم جج ہی کر لیتے ہیں۔ جب یہ چیزیں آ جاتی ہیں۔ lack of social justice جب عدالتوں سے آپ کا اعتماد اٹھ جائے گا تو پھر رزلٹ یہ ہو گا کہ آئے دن قتل ہوں گے، وارداتیں ہوں گی، آپ کہتے ہیں کہ ہم نے employment دے دی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے بہت employment دی ہے مگر آپ نے ذخیرہ اندوز، ڈاکو، راہزن employ کئے ہیں۔ آپ دیکھیں اور میں نے یہ بات پچھلی دفعہ بھی کی تھی کہ تین کام پولیس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتے ہیں۔ خواتین بیٹھی ہیں، ایک رنڈی کا اڈا، دوسرا شراب بیچنا اور تیسرا جوا۔ آپ کے پولیس آرڈر 2000 کے بعد آپ کی پولیس اب کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ اگر آپ میں سے کسی کو غلط فہمی ہے تو آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ پولیس کتنی شتر بے مہار اور بے لگام ہو گئی ہے کہ آپ کو پہلے ایک آدمی کو پیسا دینا پڑتا تھا۔ ایک ڈی آئی جی پولیس جس کا میں نام نہیں لیتا۔ ہم ایک شادی پر اکٹھے ہوئے تو اس نے کہا کہ سنا ہے کہ ہم کو 20۔ ارب روپیہ مل رہا ہے تو میں نے کہا کہ گورنمنٹ کو عقل ہی نہیں آئی وہ میرے ساتھ مشورہ کرتی کہ جو 4۔ ارب روپے کی ڈکیتی ہوتی ہے تو 5۔ ارب روپے ڈاکوؤں کو دے دیتے تو آپ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

جناب سپیکر! اس وقت آپ جو پیسا دے رہے ہیں۔ آپ 34/34 لاکھ روپے کی گاڑی دے رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ایف آئی آر فوری درج کریں۔ آپ کی ایف آئی آر درج ہو جاتی ہے لیکن وہ کیا کرتے ہیں کہ چار بے گناہ آدمیوں کا لکھ دیتے ہیں تو بے گناہ کو بے گناہ کرنے کے لئے تفتیشی لے جاتا ہے۔ وہ بے گناہ تو ہوتا ہی ہے تو اس کے لئے بھی وہ تفتیشی پیسے لے لیتا ہے اور جس ایس ایچ او کا تعلق ہی اس وقت نہیں ہوتا وہ چالان عدالت میں بھیج دیتا ہے۔

جناب والا! جب ایک ملزم اٹھارہ سال سزائے موت کی کوٹھری میں رہتا ہے اور سپریم کورٹ میں جا کر پتا چلتا ہے کہ یہ بندہ بیگناہ ہے تو کیا آپ کو اس آدمی کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی تکلیف اٹھائی ہے؟

جناب سپیکر! میں آپ کو انصاف کے بارے میں بتاتا ہوں کہ چھ سال پہلے میں دبئی میں تھا۔ اس وقت اخبار میں ایک خبر آئی کہ عربی شہزادے گزر رہے تھے۔ وہ امیر تھے تو انھوں نے بس سٹاپ سے ایک انڈین لڑکی کو اٹھا لیا۔ وہ چار دن اس لڑکی کے ساتھ گینگ ریپ کرتے رہے

اور اس کے بعد اس کو پھینک گئے۔اس بچی نے گاڑی کا نمبر یاد رکھا جب وہ گاڑی پکڑی گئی تو آٹھ گھنٹے کے اندر وہ عربی گرفتار ہو گئے۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے کہا کہ یہ دبئی کے بااثر لوگ ہیں۔ ان کا ٹرائیل عجمان میں کیا جائے؟ آٹھویں دن ان کو فائرنگ سکواڈ کے حوالے کر دیا گیا۔

جناب والا!یہاں پر لوگ کیوں مر رہے ہیں۔ابھی کل ہی ایک کانسٹیبل نے تین بچوں کے قاتل باپ کو کیوں مارا ہے۔اسے پتا تھا کہ اس کا کچھ نہیں بننا ہے۔

جناب سپیکر!میں سو فیصد کہتا ہوں کہ یہاں پر ماورائے عدالت قتل کی بات ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ بالکل مجرم تھے۔وہ ڈاکو تھے،وہ سب کچھ تھے مگر کیا اب انصاف کا اختیار پولیس کو مل گیا ہے۔جب آپ کے ملک میں غربت اور امیری کا فرق بڑھ جائے گا،انصاف نہیں ہو گا اور آپ کو انصاف خریدنا پڑے گا تو یہ آپ کی حالت ہو گی۔

جناب سپیکر!یہاں پر environment کی بات ہوئی تھی۔آج وزیر صاحب یہاں پر نہیں ہیں۔میں ان کے لئے اتنا کہوں گا کہ [*******]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔یہ الفاظ آپ کے منہ سے نہیں جچتے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!لوکل گورنمنٹ کی بات ہے کہ یہاں پر 35 اضلاع ہیں۔پہلی بات یہ ہے کہ جب آپ 12۔ارب روپے دیتے ہیں۔اس پر آپ mark نہیں کر سکتے کہ اس میں کون سا ڈویلپمنٹ اور کون سا نان ڈویلپمنٹ کے لئے ہے۔وزیر صاحب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ یہ اس پر کوئی قدغن نہیں لگا سکتے کہ اس میں سے کتنا ڈویلپمنٹ کے لئے جائے گا۔اگر آپ 35 اضلاع میں 12۔ارب روپیہ بھیجیں گے تو this is just take a drop in the ocean آپ دیکھیں کہ جو دو سسٹم لوکل گورنمنٹ اور صوبائی گورنمنٹ اکٹھے نہیں چل سکتے۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ to adhere to the policies of the Provincial Government آپ سیکشن 4 کا اطلاق کریں۔اس وقت سب سے زیادہ کرپشن ایسے ہو رہی ہے کہ یونین کونسل والا بھی ایک نالی بنا رہا ہے،تحصیل والا بھی نالی بنا رہا ہے،ڈسٹرکٹ والا بھی بنا رہا ہے، ایم پی اے بھی بنا رہا ہے،ایم این اے بھی بنا رہا ہے اور سینیٹر بھی بنا رہا ہے۔مختلف ایجنسیاں ہوتی ہیں اور اتنی overlapping ہوتی ہے۔میں تجویز کروں گا کہ آپ فوری طور پر define کر دیں کہ انھوں نے سکول بنانے ہیں،انھوں نے ہسپتال بنانے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر!تین شعبے ایسے ہوتے تھے کہ in the history of Islamic Society جن میں تین non profitable ہوتے تھے جو خطیب، طبیب اور معلم تھے۔اب یہ تینوں شعبے ایسے ہیں کہ جو اس وقت سب سے پیسے لے رہے ہیں۔آپ ہیلتھ کی بات کرتے ہیں تو میں سراہتا ہوں کہ آپ نے ہیلتھ سروسز میں 1122 دی ہے۔اس سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ مگر مجھے یہ بتائیں کہ کتنے ڈاکٹر ہیں جو ہسپتال میں بیٹھ کر پرائیویٹ آپریشن کرتے ہیں۔کوئی ایسا ڈاکٹر ہے جو رات دو بجے تک پرائیویٹ کلینک پر بیٹھے اور جب وہ رات دو بجے گھر جائے گا کیا وہ اپنی ڈیوٹی کے ساتھ انصاف کر سکے گا۔میں نے پچھلی دفعہ بھی درخواست کی تھی کہ We should formulate a policy

جناب سپیکر!اسی طرح ایجوکیشن کا حال ہے۔چودھری اقبال اور ہمارے زمانے میں کوئی ٹیوشن کا تصور نہیں ہوتا تھا۔ہم پڑھتے تھے اور چلے جاتے تھے مگر اب تصور کیا ہے کہ جب بچے سکول میں جاتے ہیں تو ان کو کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ او لیول ہے۔آپ کی اکیڈمی بن گئی ہے۔یہ رانا اکیڈمی ہے، یہ جمیل اکیڈمی ہے، یہ سائنس اکیڈمی ہے۔جو ماں باپ تعلیم کی بڑی مشکل سے پانچ سات ہزار روپے فیس دیتے ہیں کیا وہ چار پانچ ہزار روپے فی مضمون ٹیوشن فیس ادا کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر!خطیب کی بات ہوتی ہے تو مولوی ہمارے لئے بڑا مقدس ہوتا تھا۔اب جتنا پیسا مولوی کما رہا ہے، میرے خیال میں کوئی اور نہیں کما رہا ہے۔آپ دیکھیں کہ they are selling the religion قرآن پاک پڑھانے کے لئے وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہے اور بچے کو پڑھانے کا کہتے ہیں کہ میں دو ہزار روپیہ لوں گا اور ہمارا بچہ پہلے قاعدے پر ہی رہتا ہے۔ ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!یہاں پر ٹورازم کی بات ہوئی تھی۔مختلف سیکٹرز میں ٹورازم بہت اہم ہے۔ جس میں آپ بہت ریونیو generate کر سکتے ہیں۔اس کے لئے آپ کو friendly environment بنانا پڑے گا۔

جناب سپیکر!سپورٹس ایک بہت اہم سیکٹر ہے جو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔جب آپ لوگوں کو اس طرح کی سہولیات مہیا نہیں کریں گے۔آپ صرف چالیس کروڑ روپیہ پورے پنجاب کے لئے دے رہے ہیں جو ایک کروڑ روپیہ فی ضلع نہیں آتا۔لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا مسئلہ روٹی کپڑے کا ہے۔میں کہتا ہوں کہ روٹی کپڑا بہت بعد کی بات ہے۔جس معاشرے میں آپ کو پینے کا پانی نہیں

ملتا وہاں آپ روٹی کی کیا بات کریں گے ؟ فیصل آباد آپ کا بھی شہر ہے۔ میں نے مارچ میں کہا تھا کہ فیصل آباد کا پانی آلودہ ہے اور اس میں کیمیکل ہیں۔ اس کو تبدیل کیا جائے۔ میں نے پی اے سی کی میٹنگ میں بھی کہا تھا۔ آپ نے جو پیسہ رکھا ہے۔this is a very major amount۔اس کے لئےyou have to make an excercise یہاں پر امریکہ کی مثالیں دے رہے تھے۔ امریکہ میںtap water is drinkableکیونکہ وہmineral waterکی طرف نہیں گئے۔ اس وقت فیصل آباد کی یہ حالت ہے بلکہ فیصل آباد ہی نہیں ٹوبہ ٹیک سنگھ کی بھی ہے اور دوسرے علاقوں میں بھی یہی حالت ہے۔This sector is quite neglected

جناب سپیکر! اب ایک نئی چیز آ گئی ہے کہ آپ نے ہمارے جو ٹاؤن بنوائے ہیں۔ آپ نے ماشاء اللہ اچھا کیا کہ آپ نے اپنا علیحدہ ٹاؤن بنوا لیا مگر ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے کہ میری 9 یونین کونسلیں ایک ٹاؤن کے ساتھ آ گئی ہیں، پانچ ایک ٹاؤن کے ساتھ آ گئی ہیں اور دو ایک کے ساتھ آ گئی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ میں ruralمیں آتا ہوں اور نہ میں urbanمیں آتا ہوں۔ جب تحصیل کے ناظم کو کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ ruralمیں ہیں۔ جب ہم ایک coverکے نیچے آ گئے ہیں۔ اس کے لئے آپ فوری طور پر ٹاؤن کیdemarcation of roleکریں اور facilities equalityکی بنیاد پر کریں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پرsale by private treatyکی بات کروں گا۔ میرا issueیہ ہے کہ میں نے یہاں پر یہ کہا تھا کہ stateکی ماں گورنمنٹ ہوتی ہے۔ جب ماں اپنی چیزیں بیچنا شروع کر دے تو stateکا کوئی وارث نہیں رہتا۔ جس بے دریغ طریقے سے آپ state landکوsale by private treatyبیچ رہے ہیں۔ وہ بڑا اندوہناک ہے۔ میں نے یہاں پر کہا تھا کہ جو پانچ لاکھ روپے فی مرلہ میں آپ نے جگہ دی ہے۔ میں اس کے دس لاکھ روپے دینے کے لئے تیار ہوں۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ آپstate propertyنہ بیچیں۔ آپ ریونیو generateکرنے کے لئےresource mobilizationsکے دوسرے طریقے اپنائیں۔ دوسرا اگر آپ نے بیچنی ہے اور آپ نے سوچ لیا ہے کہ اس میں جیسے پاکستان میں کاغذات میں دیکھا جائے کہ جس طرح کسی کام میں مٹی پڑتی ہے تو اگر اس کو calculateکیا جائے تو پاکستان کو اس وقت چھ فٹ اونچا ہو جانا چاہئے تھا۔ جس طریقے سے آپ اس سٹیٹ لینڈ کو بیچ رہے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔ مجھے اعتراض نہیں کہ رحیم یار خان میں کسی نے سٹیٹ لینڈ

لے لی ہے۔ کیا اس کا یہ بھی حق پیدا ہو گیا ہے کہ 1622,1623,1624 سکیموں میں گورنمنٹ expenses پر وہاں نہریں بھی جائیں، سڑکیں بھی جائیں اور ایک سال میں مکمل ہوں۔ جب پھر کسی کا نام لیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ نام نہیں لیتے، وزیر صاحب بڑا محسوس کرتے ہیں۔آپ economic disparityمت کریں،آپsocial injusticeمت کریں،آپ رول آف لاء کی بات کریں۔جب آپ جو چیز اپنے لئے پسند کریں گے وہ آپ کی ہو جائے گی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری ظہیر الدین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ یہ صحیح ہے رانا صاحب نے جو کچھ کہا you can say anything under the sun لیکن اس میں حقائق کو مدنظر رکھنا چاہئے اور اس میں غلط بیانی کا advantage نہیں لینا چاہئے۔ رحیم یار خان کے اندر انہوں نے سٹیٹ لینڈ کے بارے میں کہا ہے تو یہ بالکل غلط کہا ہے۔

جناب سپیکر: ابھی انہوں نے سٹیٹ لینڈ کا تو ذکر ہی نہیں کیا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب! انہوں نے کیا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے سٹیٹ لینڈ کا ذکر نہیں کیا۔

رانا آفتاب احمد خان: میں کہہ رہا تھا کہ ابھی تو بٹن رکھا ہی نہیں اور یہ چلانے لگ گئے ہیں۔ میں نے تو سٹیٹ لینڈ کی بات ہی نہیں کی ہے۔ میں نے کہا ہے کہ میرا حق ہے کہ میں زمین خریدوں۔ مجھے یہ حق ہے کہ ایک سرمایہ دار مجھے بیس مربع اراضی گفٹ کر دے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! اصل میں بات یہ ہے کہ رحیم یار خان میں پانچ سو مربع زمین خریدی گئی ہے اور اس کے لئے وہاں پر اسی سال میں سڑکوں اور نہروں کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں اور وہ ابھی بات ہوئی ہی نہیں ہے کیونکہ اندر چور ہیں اس لئے فوراً جمپ لگے ہیں۔ ابھی ہم نے تو وہ بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! میری بات سنیں۔ زمین خریدنا تو کوئی جرم نہیں ہے۔ صرف رحیم یار خان میں نہیں بلکہ ہر ضلع میں sale purchase ہوتی ہے لیکن زمین خریدنا کوئی جرم نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! لیکن سٹیٹ لینڈ سستے داموں خریدنا تو جرم ہے۔

جناب سپیکر: نہیں کوئی سٹیٹ لینڈ نہیں خریدی گئی۔ راجہ صاحب! آپ دو تین دن تشریف نہیں لائے اس لئے آپ کو حقیقت کا پتا نہیں ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں نے تو سٹیٹ لینڈ کی بات نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ نے تو بالکل نہیں کی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: میں نے صرف یہ بات کی ہے کہ جو آپ زمین خریدیں جو آپ کو بیس مربع تحفہ ملے مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن کیا state expense پر اس کی ڈویلپمنٹ جائز ہے۔ اب دو تین گزارشات ہیں کہ greater allocation for development is welcomed مگر یہ finances کہاں سے آنے ہیں؟ آپ کے ملک میں ساری indirect taxation ہے۔ اگر آپ کھانا کھاتے ہیں تو GST ہے، اگر آپ صابن خریدتے ہیں یا ہوٹل پر جاتے ہیں تو GST ہے ہر چیز اور پٹرول پر GST ہے۔ آپ کے ملک میں تیس سال میں 70 فیصد oil prices بڑھی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ general price level measured by consumer price index is 9.30 percent جب یہ حالات ہوں گے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غریب عوام کے لئے ایک فلاحی بجٹ ہے۔ اس میں، بجٹ آنے کے بعد سڑک چلنے کے ساتھ غریب کی زندگی کیا بہتر ہو جائے گی، کیا وہ ضروریات زندگی پوری کر لے گا؟ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے چار ہزار روپے تنخواہ کر دی ہے۔ اس ہاؤس میں کتنے لوگ بیٹھے ہیں جو اپنے گھر پر کام کرنے والے ملازمین کو چار ہزار روپے دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ جو human child labour abuse ہے تو وہ پاکستان میں ہے اور ان کے لئے کیا جاتا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ بجٹ پر دوبارہ غور کریں اور ان کی جو تجاویز اور allocations ہیں these are not sufficient اریگیشن اور اس کے جو factors ہیں اس کے حوالے سے یہ وزیر صاحب خود بتادیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: ملک نذر فرید کھوکھر صاحب!

ملک نذر فرید کھوکھر:اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔جناب سپیکر!آج بجٹ07-2006 کی جنرل ڈسکشن میں مجھے آپ نے حصہ لینے کا موقع فراہم کیااس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔بجٹ پر اراکین اسمبلی سیر حاصل بحث کر چکے ہیں اس کے حق میں اور اس کے خلاف بہت سی باتیں ہوئیں۔دوسرے روز جس دن بحث ہو رہی تھی تو اپوزیشن سے ہمارے کسی دوست نے یہ بات کی تھی کہ سپیکر صاحب!یہ ٹریژری بنچز سے آج صرف عورتیں ہی بحث میں حصہ لے رہی ہیں،تقاریر کر رہی ہیں اور مرد حصہ کم لے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ گھر کا بجٹ بنانے اور کاروبار چلانے میں عورتوں کا زیادہ حصہ ہوتا ہے۔صدر پاکستان نے اس اسمبلی میں عورتیں بھیجی ہیں تو انہوں نے اپنا رول ادا کرنا ہے۔میں یہ عرض کروں گا کہ ٹیکنیکل طریقے سے اس پر جو تنقید کی گئی ہے اور اس کی جو تعریف کی گئی ہے کہ اس کی شرح اتنی کم ہو گئی، فلاں کی شرح اتنی کم ہو گئی۔چونکہ میں اکانومسٹ نہیں ہوں مجھے اتنی زیادہ سمجھ نہیں آتی۔میں تو عام فہم بات کروں گا اور ایک عوامی انداز سے اس بجٹ کے بارے میں،میں یہ عرض کروں گا کہ ہر گھر میں جب کوئی بجٹ بنایا جاتا ہے اگر وہ گھر خوشحال ہے،اس گھر کے مالک کے پاس پیسے زیادہ ہیں تو اس کا بجٹ اچھا ہو گا وہ اپنے گھر کو خوشحالی سے چلائے گا اور میں آج یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارا بجٹ 07-2006 جس کے بارے میں ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے یہ کہا کہ 274۔ارب روپیہ اس کے لئے مختص کیا گیا ہے یہ اتنی خطیر رقم پہلی دفعہ پنجاب کے بجٹ میں اخراجات کے لئے، مختلف department کے لئے اور ڈویلپمنٹ کے لئے مختص کی گئی ہے تو اس بات پر بھی کچھ دوستوں نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔حالانکہ یہ بڑی مثبت بات ہے اور یقیناً یہ حکومت پنجاب کو کریڈٹ جاتا ہے کہ انہوں نے اتنی خطیر رقم اس کے لئے مختص کی ہے۔ایک اچھی بات کا کریڈٹ ہر کوئی لینا چاہتا ہے۔اس 274۔ارب روپے میں جو ہمیں divisible pool سے یہ رقم ملی ہے اس کے بارے میں ہماری گورنمنٹ کا یہ مؤقف ہے اور صدر پاکستان کو پنجاب کا مؤقف قائد ایوان چودھری پرویزالٰہی صاحب نے ایسے اچھے انداز میں پیش کیا کہ انہوں نے آبادی کی بنیاد پر divisible pool سے ہمیں ہمارا حصہ دیا۔اس پر یقیناً ہمارے اپوزیشن کے دوستوں نے بھی کریڈٹ لینا چاہا اور انہوں نے کہا کہ یہ بات درست ہے لیکن یہ بات پہلے ہم نے کی تھی۔اس لئے اس اسمبلی میں جو بجٹ پیش ہوتا ہے، جو پاس ہوتا ہے،اس میں جو تجاویز اور ترامیم آتی ہیں اس کے بعد وہ بجٹ اپنی اصلی صورت میں آتا ہے اور اس سے اس صوبے کا نظام چلایا جاتا ہے۔یقیناً اس میں صرف حکومت

پنجاب کے اراکین کی ہی نہیں بلکہ اپوزیشن کے اراکین بھی برابر کے حصے دار ہیں۔اس لئے اگر ہماری کسی اچھی بات کو وہ یہ کہیں کہ ہم نے initiate کیا تھا اس کا کریڈٹ لینا چاہتے ہیں تو ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ بات درست ہے کہ بات کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ فارمولا پیش کرنے اور بنوانے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اس لئے میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے یہ چاہوں گا کہ وہ جو اچھی بات حکومت پنجاب صوبے کے فائدے کے لئے کرتی ہے تو اس کی تعریف کر دیا کریں اس میں بخل نہ کیا کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہمارے معزز چیئرمین Privilege Committee ماشاء اللہ بڑے پڑھے لکھے ہیں۔ ہمیں یہ تجویز دے رہے ہیں کہ ہم تعریف کیا کریں مگر میری آپ کی وساطت سے ان سے یہ گزارش ہے کہ یہ بھی بجٹ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں ہمارا اپنا نقطہ نظر ہے۔ نہ ہم ان کو force کر سکتے ہیں اور نہ یہ ہمیں force کر سکتے ہیں اس لئے بجٹ کو یہ جس طریقے سے بیان کر رہے ہیں اس لئے ان سے کافی توقعات ہیں۔ ایک آدمی جب دوسرے آدمی کی عزت کرتا ہے تو اس سے توقعات بھی وابستہ ہو جاتی ہیں۔ ہمیں ان کے ساتھ بہت ساری توقعات وابستہ ہیں۔ یہ کوئی literary بات کریں عام بات نہ کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، کھوکھر صاحب!

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں زیادہ گہری باتیں یا زیادہ litrary باتیں بجٹ کے حوالے سے نہیں کرنا چاہتا یا یوں سمجھ لیں کہ میں کر نہیں سکتا۔ میں نے جو مشورہ دیا یا جو بات کہی ہے تو کہنے میں کیا حرج ہوتا ہے۔ اگر وہ نہیں چاہتے تو نہ سہی۔ میں بجٹ کو جس حوالے سے دیکھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے جب سے بجٹ پیش کرنا شروع کیا ہے تو یقیناً ہر مد میں ہر ڈیپارٹمنٹ کو زیادہ رقم دی گئی ہے وہ رقم حکومت نے arrange کی ہے۔ مجھے سارے ملک کی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو پہلے بڑی تفصیل سے باتیں ہو چکی ہیں۔ میرے حلقے میں مجھ سے پہلے میرے عزیز پانچ دفعہ ایم پی اے رہے۔ میں ابھی ساڑھے تین سال سے ایم پی اے ہوں۔ ان ساڑھے تین سالوں میں یہاں پر بات کی گئی کہ نوکریاں جو بتائی جا رہی ہیں وہ کہاں پر دی گئی ہیں۔ میرے حلقے میں پولیس میں بہت

سے لوگوں کو بھرتی کیا گیا۔اس کے علاوہ ہیلتھ میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں، تعلیم میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں، سوشل ویلفیئر میں بہت سی بھرتیاں ہوئیں اور اس میں جو سب سے اچھی بات ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ایم پی اے،ایم این اے اور سینیٹر صاحبان نے ان بھرتیوں میں اس انداز سے دخل اندازی نہیں کی اور اس کو میرٹ پر ہونے دیا ہے۔اس انداز سے میں تفصیل میں نہیں بتانا چاہتا کیونکہ اس سے کسی کی دل آزاری ہو سکتی ہے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ان بھرتیوں کو میرٹ کی بنیاد پر کیا گیا اور بہت کم ہماری طرف سے دخل اندازی کی گئی۔اگر ڈیپارٹمنٹ نے اس میں کچھ خرابی کی ہو تو اس کی ذمہ داری اگرچہ ہم پر ہوتی ہے لیکن وہ خرابی ہم کرنے والے نہیں ہیں۔اس سلسلے میں، میں اپوزیشن کے ساتھ ہم خیال ہوں کہ بیوروکریسی جو کہ ملک میں سب کچھ کرتی ہے، اس بجٹ کو بنانے میں بھی ہمیں ان کی معاونت حاصل کرنی پڑتی ہے یہ ایک مجبوری ہے۔ہمیں ہائی کورٹ کے ججز منتخب کروانے کے لئے ان کی رپورٹوں پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ان کے ذریعے ہم نے ساری معلومات اکٹھی کرنی ہوتی ہیں۔اب یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ ایمانداری سے ملکی مفاد میں کیسی رپورٹیں کرتے ہیں۔چونکہ اب ہماری حکومت میں ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہی جب سے پاکستان بنا ہے بیوروکریسی اپنا کردار دیانت داری سے نہیں نبھا رہی۔اس لئے ایک سرائیکی دوست نے اپنی زبان میں کہا تھا کہ یہ بیوروکریسی نہیں بلکہ "براکریسی" ہے اور یہ اچھا کبھی نہ کریسی، جدوں وی کریسی براکریسی۔تو یہ براکریسی جب اچھا کریسی تو پھر ہمارے ملک کی حالت بہتر ہو گی۔ہر حکومت نے کوشش کی اور ہماری حکومت نے بھی کوشش کی کہ ڈی ایم جی گروپ کو کنٹرول کیا جائے، پولیس کو کنٹرول کیا جائے، پولیس آرڈر 2002 لایا جائے لیکن ہر عمل کو انہوں نے اس طرح سے اپنی favour میں موڑا کہ وہ پہلے سے زیادہ براکریسی کے عمل پر کام کرنے میں کامیاب رہے۔

جناب والا! میں مختصر عرض کروں گا چونکہ میں ایک زمیندار ہوں۔ہر دوست نے ہر پہلو پر بڑی تفصیل سے بات کی میں صرف زمینداراکے متعلق عرض کروں گا، زمینداروں کے مسائل کے بارے میں عرض کروں گا کہ ہماری حکومت کے اس بجٹ کے حوالے سے میرے پاس کچھ فگرز ہیں۔جناب کی اجازت سے میں صرف ان کو دیکھ کر عرض کروں گا کہ زراعت کے شعبے میں ایک ارب دس کروڑ روپے تجویز کئے ہیں۔یہ صرف ایک ارب دس کروڑ روپے نہیں ہیں بلکہ جنگلات، جنگلی حیات اور فشریز کے شعبے میں 57 کروڑ پچاس لاکھ روپے اس کے علاوہ ہیں، لائیو سٹاک میں ساٹھ کروڑ روپے ہیں، آبپاشی کے سیکٹر میں ساڑھے آٹھ ارب روپے اس طرح یہ پونے گیارہ ارب

روپے بنتے ہیں اور ان کے علاوہ اربوں روپے ہماری وفاقی حکومت نے بیراجوں کی بحالی اور نئے بیراجوں کی تعمیر کے لئے، نہروں کی لائننگ کے لئے مختص کئے جس کا بجٹ میں شمار نہیں ہے۔ صدر پاکستان نے پکے کھالوں کے منصوبہ جات کے لئے 28۔ارب روپے مختص کئے ہیں جس میں سے ساڑھے سات ہزار پکے کھالے بن چکے ہیں اور laser land levelling پروگرام کے تحت ہماری حکومت نے ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک laser land levellers مہیا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ جس میں سے ساڑھے چھ سو laser land leveller مہیا کئے جا چکے ہیں اور پانچ سو مزید دیئے جائیں گے۔ اس لئے اس وقت تک جب تک تمام یونین کونسلوں میں laser land levellers مہیا نہیں کر دیئے جاتے یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! محکمہ زراعت اور اس کے افسران نے ایک اچھا کام کیا اور ہماری حکومت کو مشورہ دیا اور حکومت نے اس محکمے کے لئے بلڈوزرز خریدے ہیں جبکہ اس سے پہلے ہمارے پاس بلڈوزر نہیں ہوتے تھے۔ جو زمینیں ٹیلوں کی شکل میں تھیں یا لیول کے بغیر تھی ان کو لیول کرنے کے لئے ہم دوسرے محکموں سے یہ بلڈوزرز لیا کرتے تھے۔ اس کے لئے میں حکومت پنجاب کو اور اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! پہلے بھی ایک وقت میں جب میاں یاسین وٹو وزیر خزانہ ہوا کرتے تھے انہوں نے زمیندار کے لئے ٹیوب ویلز پر سبسڈی دے کر اس کا فلیٹ ریٹ مقرر کیا تھا جس سے بجلی کی چوری بھی رک گئی تھی اور زمیندار کو بہت سی سہولتیں بھی مل گئی تھیں اور ان کے لئے کاشتکاری کرنا آسان ہو گیا تھا۔ اب میری وزیر خزانہ، اس کابینہ اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ درخواست ہے کہ کم از کم ٹیوب ویل جو کہ ہماری زراعت کے لئے بہت ضروری ہیں کیونکہ پانی کی ضرورت زیادہ ہے اور پانی کا لیول دن بدن نیچے جا رہا ہے اور نہروں میں پانی کم آ رہا ہے اور پانی میں کمی ہوتی جا رہی ہے جبکہ بیراجوں میں سلٹ جمع ہونے سے پانی کا لیول بھی کم ہوتا جا رہا ہے اس لئے زمیندار کو سستے داموں پانی مہیا کرنے کے لئے یہ گزارش کروں گا اور اس ہاؤس کی جانب سے اور اپنے سب زمینداروں کی جانب سے یہ درخواست کروں گا کہ فلیٹ ریٹ مقرر کر کے اس کے اوپر پنجاب حکومت سبسڈی زمیندار کو دے۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل دوست کی طرف سے آنے والی تجویز کے ضمن میں ہی ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے ابھی چند ماہ پہلے time limit جو میٹر ہیں ان کو پاس کرنے کے بعد سبسڈی بھی دے دی ہے اور رات کے وقت جو کہ peek ٹائم ہوتا ہے اس وقت جو ٹیوب ویل چلتے ہیں تو اس پر 24 فیصد ریٹ کم ہے یہ سہولت پنجاب حکومت اپنے کسانوں کو دے چکی ہے چونکہ انہوں نے یہاں پر یہ ڈیمانڈ کی ہے تو میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا تھا اور میں نے ضروری سمجھا اور آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب، چیف ایگزیکٹو کی نظر میں زراعت ہے اور پہلے ہی وہ یہ سہولت مہیا کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر مواصلات و تعمیرات فرما رہے ہیں کہ یہ سہولت زمینداروں کو مل چکی ہے۔

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! اس کے لئے میں حکومت کا شکر گزار ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے زمینداروں کی سہولت کے لئے بڑا احسن قدم اٹھایا ہے۔

جناب والا! میں اس ایوان کی وساطت سے قائد ایوان اور کابینہ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ پولٹری کی صنعت میں بحران آنے کی وجہ سے مکئی کاشت کرنے والے زمینداروں کو اس کا صحیح ریٹ نہیں مل رہا اور فیصل آباد کی رفحان ملز اس مکئی کی سب سے بڑی خریدار ہے تو وہ اس دفعہ ہماری مکئی کو خرید کرنے کی بہت کم استطاعت اور صلاحیت رکھتی ہے۔ مکئی ہمارے ملک کی بہت بڑی crop ہے جو کہ اس وقت ملک کے بیشتر حصے میں کاشت ہوتی ہے جس پر بہت زیادہ اخراجات آتے ہیں تو جس زمیندار نے وہ فصل کاشت کی ہوئی ہے اگر اسے مکئی کا صحیح ریٹ نہ ملا یا اس کی مناسب قیمت نہ ملی تو اس سے وہ بری طرح متاثر ہوں گے تو میں قاسم نون اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کروں گا کہ اس بارے میں بھی اقدامات کئے جائیں اور مکئی کی مارکیٹنگ کو بہتر کیا جائے۔

جناب سپیکر! بجٹ ملک کو چلانے کے لئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح ایک گھر کا بجٹ چلانے کے لئے گھر کے سربراہ کے پاس پیسے کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی گھر میں، وہ گھرانہ زمیندار کا ہے، اگر وہ گھرانہ کسی ٹھیکیدار کا ہے، اگر وہ گھرانہ کسی صنعتکار کا ہے تو ان کے ذرائع آمدن

زمیندارا، ٹھیکیداری یا وہ انڈسٹری ہے اور اس پر وہ زمیندار اپنے ملازم رکھتا ہے۔ یہ سارا کاروبار اس نے اپنی سہولت کے لئے بنایا ہوا ہے اور جب وہ اپنے ملازمین کو مراعات دیتا ہے، تنخواہیں دیتا ہے تو وہ ان کی تنخواہیں اتنی زیادہ کر دے، انہیں مراعات اتنی زیادہ دے دے اور اس پر کسی کو اعتراض نہ ہو جبکہ اپنی مراعات یا اپنی تنخواہ یا اس کی اپنی آمدن قلیل رہ جائے۔ میں ملازم رکھوں اور اگر میرا منشی فصل کی lookafter کرنے کے لئے تین چار بڑی بڑی گاڑیاں رکھ لے اور مجھے کہے کہ بھئی! چونکہ گھر کا خرچہ چلانا ہے، مہنگائی بہت ہے اور ملک صاحب آپ میرا کام چیک کرنے کے لئے میری مانیٹرنگ کرنے کے لئے سائیکل پر جایا کریں تو یہ بات مناسب نہیں ہے۔ ساری دنیا میں تمام legislators کی مراعات، ان کی تنخواہیں، ان کے ٹی اے / ڈی اے اور ہمارے اپنے ملک میں ہمارے ہم منصب ایم این اے صاحبان اور دو صوبائی اسمبلیوں کی تنخواہوں میں اور ہمارے بیوروکریٹس جو کہ ہمارے کارندے ہیں جو پبلک سرونٹ ہیں اور ہم عوامی نمائندے ہیں۔ ہماری تنخواہوں کے بارے میں جب کوئی بات آتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے کہ بھئی! عوام مہنگائی سے پسی پڑی ہے، بڑا شور ہو گا، اپوزیشن شور مچائے گی تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت پر نہ عوام کو کوئی اعتراض ہے، نہ اپوزیشن کو ہے۔ ہمارے وزیراعلیٰ پنجاب اس بارے میں پچھلے بجٹ سیشن میں یقین دہانی کروا چکے ہیں۔ اس دفعہ ہماری پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں وہ یقین دہانی کروا چکے ہیں اس لئے میں اس اسمبلی کے اپنے ساتھی ممبران کو یہ نوید پیش کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس جولائی سے ہماری تنخواہیں، راجہ بشارت صاحب ایم این ایز کے برابر کر دیں گے۔ پھر آپ کو یہ گلہ نہیں رہے گا کہ آپ کے پبلک سرونٹس چار چار گاڑیاں لے کر پھر رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک گاڑی بھی نہیں ہے۔ باقی عام پارلیمنٹیرین کو 1300 سی سی کی ایک گاڑی دی جاتی ہے جبکہ ہمارے ہاں عام پارلیمنٹیرین کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ چیئرمین کو Cultus دی جاتی ہے، پارلیمانی سیکرٹری کو Baleno دی جاتی ہے، منسٹرز کو Toyota دی جاتی ہے۔ ہمیں منسٹر کی مراعات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ انہوں نے کام کرنا ہے اور ہم سے زیادہ کام کرنا ہے اور ہم سے زیادہ حلقہ cover کرنا ہے اس لئے انہیں ایک نہیں دو Toyota دیں۔

جناب سپیکر! ہمارے ایم پی ایز صاحبان نے بھی اپنے حلقوں میں کام کرنا ہے لہذا انہیں بھی کوئی سہولت دی جائے۔ ہر ایم پی اے کو گاڑی دی جائے (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چیئرمین کو Cultus کی بجائے کوئی موزوں گاڑی دی جائے۔ اس سے معیشت پر اثر نہیں پڑے گا۔ پبلک سرونٹس کی گاڑیاں اگر آپ کم کر دیں، ان کی مراعات کم کر دیں، ان کی تنخواہیں ہمارے برابر کر دیں تو اس سے انشاء اللہ اس معیشت پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا اور پارلیمنٹیرین باعزت اور اچھے طریقے سے اس ملک کو serve کر سکیں گے اور پھر "براکریسی" ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی اور یہ اس پر غالب آ جائیں گے۔ شکریہ۔ جی

جناب سپیکر: محترمہ نگہت پروین میر صاحبہ! تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

کب ٹھہرے گا درد اے دل کب رات بسر ہو گی
سنتے تھے وہ آئیں گے سنتے تھے سحر ہو گی

جناب سپیکر! پنجاب کے عوام بڑے منتظر تھے کہ شاید اس سال ہمارے حالات بدل جائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہمارا ملک ایک تجربہ گاہ ہے جس میں ہمہ وقت بہت سے تجربے جاری ہیں۔ یہ تجربے کیا نتائج دکھاتے ہیں اس بات سے قطع نظر عوام زندگی کے دن انتہائی دردناک طریقے سے بسر کر رہے ہیں۔

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

افسران بالا روزانہ کی بنیاد پر بغیر کسی مناسب تحقیق کے فیصلے صادر کرتے ہیں جن میں ان کی ذاتی پسند ناپسند، سیاسی اور سرکاری مصلحتیں کارفرما ہوتی ہیں اور بھگتنا عوام کو پڑتا ہے۔ ہم کب تک ان نوآموز افسران کا تختہ مشق بنے رہیں گے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے اور مسلم لیگ (ن) کی طرف سے اور ایم ایم اے کی طرف سے اور پاکستان کے عوام کی طرف سے محترمہ بینظیر بھٹو کو ان کی آج سالگرہ ہے اس موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ پاکستان آئیں گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔جی، محترمہ! آپ اپنا بیان جاری رکھیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! ہم انہیں appreciate کرتے ہیں اور ویلکم کرتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی بتادیں کہ ان کی لیڈر کتنی عمر کی ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! اپنی بات جاری رکھیں

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ہمارے ملک کی معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ موجودہ بجٹ میں زراعت کے شعبے کے لئے کل بجٹ کا 2.5 فیصد رقم رکھی گئی ہے جو کہ انتہائی کم ہے۔ زراعت کے شعبے میں بجٹ کا 15 فیصد رکھنا چاہئے تھا تاکہ ہم چینی، آٹا، دالوں کے مصنوعی بحران سے نکل سکیں اور وافر سستی اشیاء پنجاب کے عوام حاصل کر سکیں۔ ہمیں زراعت کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہئے اور ترقی کے لئے مناسب رقم رکھنی چاہئے تھی۔ جنوبی پنجاب میں زرعی کالجز قائم کئے جائیں۔ چھوٹے کسانوں کو بلاسود قرضے دیئے جانے چاہئے۔ حکومت خود ان کسانوں کو کھاد اور ادویات قرضوں کی صورت میں فراہم کرے اور پھر بعد میں ان کی فصلیں اچھی قیمت پر حکومت خود خرید لے تاکہ ان کو کچھ فائدہ ہو سکے اور حوصلہ افزائی ہو جائے۔ میں یہ کہوں گی کہ جنوبی پنجاب میں زیادہ تر کیٹل فارم بنانے چاہئے تاکہ وہاں بھیڑ بکریاں پال کر زیادہ سے زیادہ گوشت، دودھ اور گھی ہم حاصل کر سکیں پھر ہمیں دوسرے ممالک سے گوشت وغیرہ نہیں منگوانا پڑے گا۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں 4۔ارب 30 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کے لئے کم ہیں۔ ہم اتنی رقم تو دے رہے لیکن نتائج وہ نہیں مل رہے ہیں۔ میں صحت کے شعبے کے بارے میں کچھ تجاویز دوں گی۔

1۔ ایک معیاری طریقہ وضع کیا جائے جس کے ذریعے تمام سرکاری ہسپتالوں کی درجہ بندی کر دی جائے اور آڈٹ سرجیکل یا میڈیکل آڈٹ کا انتظام کیا جائے جس میں اس بات کو دیکھا جائے کہ علاج معالجے کی ان اعلیٰ سہولتوں کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔ چھوٹے عملے کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ

سماجی اور معاشرتی شعور سے عاری ہیں جس کی وجہ سے وہ حکومت کی کوششوں پر پانی پھیرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

2۔ لیبارٹریوں نے اندھیر مچا دیا ہے کئی غیر مستند لیبارٹریاں میدان میں آ گئی ہیں اور مناسب مانیٹرنگ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی سرگرمیاں نہ صرف شعبہ طب کے لئے پریشان کن ہیں بلکہ مریضوں کی صحت کے ساتھ بھی کھیل جاری ہے۔ تمام لیبارٹریوں کو ایک کوالٹی انشورنس نظام سے منسلک کیا جائے اور ان کی باقاعدہ طور پر accredation کی جائے۔

3۔ ہسپتالوں میں مریضوں کی منتقلی کا نظام نہایت فرسودہ اور ناقص ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مریضوں کو جسمانی اور ذہنی صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہے بلکہ دیکھنے والے بھی اظہار افسوس کرتے ہیں۔ مریضوں کو بیٹری سے چلنے والی آہستہ رو گاڑیوں کی سہولت فراہم کی جائے جو کہ پٹرول کے خرچ سے آزاد اور ہسپتالوں میں مریضوں کی باعزت منتقلی کا باعث بن سکتی ہیں۔ جب مریض ایمرجنسی میں آتا ہے تو اس کو ایکسرے اور ایم آر آئی اور سی ٹی سکین کے لئے دوسرے ڈیپارٹمنٹ میں بھیجا جاتا ہے ان اقدامات سے حکومت کو مناسب نتائج مل سکیں گے اور عوام حکومتی سہولت سے مکمل طور پر مستفید ہو سکے گی۔

جناب سپیکر! صنعت کی طرف پنجاب حکومت نے کوئی خاص توجہ نہیں دی جبکہ صنعت بہت اہم شعبہ ہے اس سے بہت سارے لوگوں کو روزگار ملتا ہے اور میں آپ سے یہ کہوں گی کہ جنوبی پنجاب میں بہت بے روزگاری ہے آپ زیادہ تر چھوٹی صنعتیں جنوبی پنجاب میں قائم کریں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے شعبے میں حکومت نے تقریباً 12۔ارب روپے رکھے ہیں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ماضی کی طرح ہم شعبہ تعلیم میں مثبت نتائج حاصل نہ کر سکیں گے کیونکہ حکومت نے تعلیمی شعبے میں ایک بہت بڑی رقم اس لئے رکھی ہے تاکہ اپنے جاننے والے لوگوں کو شعبہ تعلیم میں اعلیٰ عہدوں پر سیاسی رشوت کے طور پر فائز کریں ان کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ شعبہ تعلیم کے کئی وزراء، مشیر اور ڈائریکٹرز ان کی ایک فوج موجود ہونے کے باوجود تعلیمی معیار میں پستی آئی ہے اور ہم اس کے وہ نتائج حاصل نہ کر سکے۔ میں نے سکولوں میں جا کر

خود دیکھا ہے میٹرک تک کی بچی میں وہ confidence ہوتا ہی نہیں جو کہ ہونا چاہئے اگر ان سے کوئی سوال بھی پوچھا جاتا ہے تو وہ کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیتے اور جو پرائمری کے بچے ہیں ان کو تو ٹیچرز اس طرح سے ڈیل کرتی ہیں جیسے ان کو قید کر رکھا ہے اور ان کو اس لیول کی سہولیات نہیں ہیں جو دوسرے سکولوں میں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ سیاسی رشوت کے طور پر نااہل افراد کو شعبہ تعلیم میں مختلف عہدوں پر فائز کیا گیا ہے جس میں پراجیکٹ ڈائریکٹر چلڈرن لائبریری کمپلیکس کی اسامی جو کہ 19 ویں گریڈ کی اسامی ہے اس میں ایک بی اے پاس خاتون کو تعینات کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب ٹیچر فاؤنڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر جو کہ 20 ویں گریڈ کا ہوتا ہے اس عہدے پر ایسی خاتون کو فائز کیا ہے جو کہ ناتجربہ کار ایک پرائمری پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی تھی۔ پنجاب حکومت نے شعبہ تعلیم میں ایگزیکٹو کنسلٹنٹ ہائر ایجوکیشن کے نام سے گریڈ 21 کی ایک اسامی پیدا کی جس پر اپنے ایک منظور نظر کو تعینات کیا۔ ''پڑھا لکھا پنجاب'' بنانا چاہتے ہیں تو کم پڑھے لکھے لوگوں کو اتنی اہم اسامیوں پر تعینات نہ کیا جائے۔ ملتان میں اس سال ہائر ایجوکیشن جو میں ADP کو میں نے 18 سے 33 صفحہ پر دیکھا تو وہ صرف ملتان میں ہوم اکنامکس کالج کے لئے کچھ رقم رکھی گئی ہے باقی جب میں نے دیکھا تو لاہور میں جگہ جگہ پر یونیورسٹیاں اور کالج بنائے گئے جبکہ پہلے ہی لاہور میں بہت سارے کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں ہونا تو یہ چاہئے کہ جو پسماندہ علاقے ہیں ان پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ وہاں کے لوگ بھی اس لیول پر آ سکیں اور وہ بھی اپنی زندگی کامیابی کے ساتھ گزار سکیں لیکن ایسا نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں نے ملتان میں لڑکیوں کے کالج کے لئے پچھلے دو سال سے کوشش کی ہوئی ہے اور جبکہ سیکرٹری ایجوکیشن نے بھی کہا ہے کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ بننا چاہئے میرے پاس اس کی فائل بھی پڑی ہوئی ہے لیکن اس بجٹ میں بھی اس کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا جبکہ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو مجھے اپنا ترقیاتی فنڈ ملتا ہے ایک کروڑ روپے دینا چاہتی ہوں۔ کہاں ہمارے پاس تعلیم کا دہرا معیار ہے ایک طرف ایچی سن کالج، صادق پبلک سکول، لارنس کالج گھوڑا گلی یہاں سے اس طرح کے لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہیں نہ ملک سے محبت ہے نہ دین سے اور جناب! دوسری طرف غریبوں کے بچے ہیں جو کہ صحیح طریقے سے تعلیم بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! اب پولیس کے محکمے پر ہم نے 20۔ارب 27 کروڑ 49 لاکھ اور 84 ہزار روپے رکھا ہے۔ حکومت کئی برسوں سے پولیس کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے ان کی مراعات

تنخواہیں اس کے باوجود پولیس کے محکمے کی کارکردگی انتہائی افسوسناک ہے۔ پنجاب کے باسیوں کی جان ومال عزت وآبرو بالکل محفوظ نہیں۔ پاکستان میں سب سے زیادہ جرائم پنجاب میں ہوئے ہیں اس کا میں آپ کے سامنے چھوٹا سا نقشہ پیش کرتی ہوں۔ پاکستان میں کل جرائم جو کہ ریکارڈ میں آئے ہیں وہ 4لاکھ 53ہزار 2سو64ہیں جس میں سے پنجاب میں 2لاکھ 82ہزار ایک سو42ہوئے ہیں۔ قتل کی کل وارداتیں پاکستان میں 9ہزار 6سو 31جس میں سے پنجاب میں 5ہزار 26ہوئی ہیں۔ آبروریزی کی کل وارداتیں 2ہزار ایک سو48پنجاب میں ایک ہزار پانچ سو44ہوئی ہیں۔ اغواء کے کل واقعات 8ہزار 9سو97ہوئے ہیں جبکہ پنجاب میں 7040ہوئے ہیں۔ اغواء برائے تاوان کے واقعات 215ہوئے ہیں جبکہ پنجاب میں 107ہوئے ہیں۔ اس طرح آپ نقشہ دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح سے پنجاب کی پولیس کام کر رہی ہے۔ مویشی چوری کی کل وارداتیں 11854ہوئی ہیں جبکہ پنجاب میں 11013ہوئی ہیں۔ چوری ہونے والی گاڑیوں کی کل تعداد 14640ہے جبکہ پنجاب میں 8012ہے

جناب سپیکر! پھر ضمنی بجٹ میں پولیس کے لئے 3۔ارب روپے کی مزید ڈیمانڈ کر دی گئی ہے۔ آپ دیکھئے کہ یہاں کوئی بھی عورت اعتماد کے ساتھ سڑک پر نہیں چل سکتی۔ رات کے وقت ہم بالکل نہیں چل سکتیں یہاں تک کہ عورتیں گھروں تک بھی محفوظ نہیں ہیں ہم نے بارہا آپ کو تحاریک التوائے کار بھی پیش کی ہیں۔ پھر بھی آپ پولیس پر اتنا زیادہ خرچ کر رہے ہیں، کم از کم پنجاب کی خواتین اور بچیوں کو کوئی سکیورٹی تو ملنی چاہئے جبکہ اتنا بڑا نقشہ میں نے آپ کو پیش کیا ہے کہ یہاں پر اتنے جرائم ہیں۔ اب ہم نے پولیس میں اور زیادہ بجٹ بڑھا دیا ہے تو ہمیں پولیس سے یہ ضمانت بھی لینی پڑے گی کہ وہ یہاں صحیح طریقے سے امن وامان قائم کرے۔

جناب سپیکر! خواتین کے لئے 20کروڑ رکھا گیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت ناکافی ہے۔ میں خواتین کے لئے ایک اور تجویز دوں گی کہ ہر ڈسٹرکٹ سیفٹی کمیشن کے اندر خواتین کے خلاف جرائم کے سدباب کے لئے ٹاسک فورس بنائی جائے جو خواتین کے خلاف زیادتیوں اور جرائم کے سدباب کے لئے پرچے کے اندراج، تفتیش اور مجرموں کے عدالتوں کے ذریعہ کیفر کردار تک پہنچائے جانے کے امور کی براہ راست نگرانی کرے۔ اس ٹاسک فورس میں پارلیمنٹ کی خواتین ارکان کو بھی نمائندگی دی جائے۔

جناب سپیکر!1122یہ جو آپ نے منصوبہ شروع کیا ہے اس کی میں تعریف کروں گی کہ یہ ایک اچھا منصوبہ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ہمارے علاقہ جنوبی پنجاب پر آپ کو خصوصی توجہ دینی چاہئے اور وہاں پر خواتین کے لئے زیادہ کام کرنا چاہئے۔آپ یہ کہیں گے کہ اس کے لئے کہاں سے فنڈ آئے گا؟میں آپ کو یہ کہوں گی کہ ہمارے جو وزیر اعلیٰ کے کچن کے اخراجات ہیں یا ہمارے وزراء اور مشیران جو اتنی بڑی تعداد میں ہیں ہم ان کو کم بھی کر سکتے ہیں۔یہ اپنی زندگیوں کو سادہ اور آسان بھی بنا سکتے ہیں۔میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کروں گی۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امیر بنے تھے تو ان کا ایک دفعہ دل چاہا کہ وہ میٹھا حلوہ کھائیں،اب ان کی بیگم نے تھوڑا تھوڑا آٹا وہاں سے بچانا شروع کر دیا اور ایک دن حلوہ بنا کر دے دیا،انھوں نے کہا کہ یہ حلوہ کدھر سے آیا ہے؟جواب دیا کہ میں روزانہ اتنا آٹا بچاتی رہی اور پھر آپ کو حلوہ بنا کر دے دیا۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنا ہی آٹا اپنے روزمرہ کے خرچے میں سے کم کر دیا۔وہ ایسے خلیفہ تھے۔پھر آپ دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا پر ان کی حکمرانی ہوئی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال میں سے بہت تھوڑی سی مالیت لیا کرتے تھے لیکن جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کا سامان بیچ کر وہ بھی بیت المال میں جمع کروا دیا گیا۔ہم ایک غریب ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ہمارے غریب عوام ہیں اور جگہ جگہ ان کی ضروریات ہیں۔ہمیں اپنی زندگی کو سادہ بنانا چاہئے تاکہ ایک تو ان میں frustration نہ بڑھے اور ان کی ضروریات بھی پوری ہو جائیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر:جی،شکریہ۔محترمہ گلشن ملک صاحبہ!

محترمہ گلشن ملک: شکریہ۔جناب سپیکر!آپ نے مجھے بجٹ07-2006پر عام بحث کرنے کا موقع دیا۔میں اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور فنانس منسٹر حسنین بہادر دریشک کو اس عوام دوست،کسان دوست،مزدور دوست،تاجر دوست اور ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!پنجاب میں اگر پہلی مرتبہ چوتھا بجٹ پیش کرنے کا موقع ملا ہے تو یہ اعزاز ہماری گورنمنٹ کو حاصل ہوا ہے۔باقی دوسری گورنمنٹ تو محاذ آرائی اور سیاسی کشمکش میں اپنا وقت ضائع کر گئیں۔ہماری حکومت نے سارے کام کئے اسی وجہ سے چوتھا سال ہمیں نصیب ہوا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہم پانچواں بجٹ پیش کریں گے۔انھوں نے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی و بحالی

کے لئے کچھ نہیں کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!جب ہمارے قائد ایوان نے اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں پڑیں،وزیر اعلیٰ بننے کا موقع ملا تو انھوں نے سب سے پہلے یہی کہا کہ میں صوبہ پنجاب کو ایک مثالی صوبہ بناؤں گا۔اس نظریے کے لئے انھوں نے اپنا Vision 2020 پیش کیا۔اس Vision کے لئے وہ مکمل طور پر مستقبل میں پنجاب کو خواندہ، معاشی طور پر خوشحال، زرعی طور پر مستحکم، سماجی طور پر مضبوط اور ثقافتی طور پر ایک مہذب معاشرے کے روپ میں ابھرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تعلیم، امن وامان اور روزگار کی فراہمی، یہ ایک ایسا بجٹ ہے جو دوسرے صوبوں کے لئے پائیدان کا کام کرے گا۔یہ ایسا بجٹ ہے جو دوسرے صوبوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!!ہمارے وزیر اعلیٰ نے سب سے پہلی ترجیح تعلیم کو دی۔انھوں نے ایک پڑھے لکھے پنجاب کا خواب دیکھا اور اس خواب کو پورا کرنے کے لئے انھوں نے جو اقدامات کئے وہ ہم سب سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ میٹرک تک تعلیم مفت اور ایجوکیشن ریفارمز سنٹر بنائے گئے جن کے تحت پچھلے سال 64ہزار سکولوں کو فری کتابیں دی گئیں۔اس سال بھی پرائمری تک کتابیں مفت دی گئی ہیں اور جنوبی پنجاب میں وظائف دیئے گئے ہیں۔اسی وجہ سے ہماری ایجوکیشن میں زیادہ سے زیادہ داخلے ہوئے۔ہمارے وزیر تعلیم نے missing facilities کے لئے بہت کام کئے، جن سکولوں میں پانی نہیں تھا، بجلی نہیں تھی اور دیواریں نہیں تھیں انھوں نے missing facilities میں یہ سارے کام کئے۔اس کے لئے میں اپنے وزیر تعلیم کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ہمارا جتنا بڑا صوبہ پنجاب ہے اسی طرح اس کے مسائل بھی بڑے ہیں۔۔۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب!وفاقی وزیر جہانگیر قاضی صاحب نے اپنی تعلیمی کانفرنس میں فرمایا تھا کہ پاکستان کے صوبہ پنجاب میں 20ہزار سکول ایسے ہیں جن میں نہ تو چار دیواری ہے، نہ بجلی ہے اور نہ پانی ہے،50ہزار طالبعلم ایسے ہیں جو پرائمری سے پہلے ہی سکول چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ جب ان کے پیٹ میں روٹی نہیں ہو گی، تن پر کپڑے نہیں ہوں گے تو وہ کیسے تعلیم حاصل کریں گے ؟۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔جی، محترمہ!آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ گلشن ملک: ہم کوشش تو کر رہے ہیں۔انشاء اللہ ایک دن وہ ضرور آئے گا جب یہ پڑھے لکھے پنجاب کا خواب پورا ہو گا۔ ہم آپ لوگوں کی باتوں پر نہیں جاتے۔آپ کے لئے ایک شعر ہے کہ:

تندی باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کے مسائل بھی بڑے ہیں۔ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے صحت کی طرف خاص توجہ دی ہے۔اس سے پہلے کسی گورنمنٹ نے ہیلتھ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے گورنمنٹ کے ہر ہسپتال کی ایمر جنسی میں فری میڈیسن مہیا کی ہے۔آپ جا کر دیکھ لیں کہ اگر کسی بھی ہسپتال کی ایمر جنسی میں فری میڈیسن نہ ملے تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہیلتھ کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ہیلتھ ریفارمز سنٹر کھولے گئے ہیں۔ پہلے سال دس ارب روپے مقرر ہوئے، پھر دوسرے سال چوبیس ارب روپے اور اب اس سے زیادہ رقم ہیلتھ کے لئے رکھی گئی ہے۔ اسی طرح بیشتر علاقوں میں ہسپتال بنائے گئے ہیں جیسے ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر اور پاکستان کے کئی دوسرے شہروں میں، رورل ہیلتھ سنٹر کھولے گئے ہیں جہاں پر ڈاکٹروں کی تنخواہیں بہت زیادہ بڑھا کر ان کو بھیجا گیا ہے۔ پہلے ایک ڈاکٹر کی تنخواہ آٹھ سے دس ہزار روپے ہوتی تھی۔اب بیس سے چوبیس ہزار روپے کر کے اور اعلیٰ مراعات دے کر ان کو وہاں بھیجا گیا ہے تاکہ وہ رورل ہیلتھ سنٹروں میں زیادہ سے زیادہ کام کر سکیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح 1122 کا اجراء ہماری گورنمنٹ کا بہت بڑا قدم ہے۔اس کے لئے بھی میں اپنے ہیلتھ منسٹر کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہمارے قائد ایوان کی ترجیحات میں تعلیم، صحت، امن وامان اور روزگار کی فراہمی شامل ہیں۔ تھانہ کلچر میں تبدیلی لانے کے لئے 20 سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر پولیس پٹرولنگ پوسٹیں قائم کی گئی ہیں۔ ایمر جنسی ہیلتھ سنٹرز جدید اسلحہ اور مواصلاتی نظام سے لیس ہیں۔ تھانوں میں آفیسرز تعین کئے گئے ہیں اور مزید بہتری لانے کے لئے بھی مزید اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہماری ترقی کا ثبوت آپ کے سامنے ہے۔ پنجاب میں جو ترقیاتی منصوبے بنائے گئے تھے ان میں سے کچھ تو مکمل ہو چکے ہیں جبکہ باقی منصوبے مکمل ہونے کے قریب ہیں۔ پنجاب میں سڑکیں اور صنعتی کالونیاں بنانے کے لئے 100۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔اس

کے علاوہ آلودگی ختم کرنے کے لئے CNG گاڑیوں کا اہتمام کیا گیا ہے، سی این جی رکشے چلائے گئے ہیں جو کہ آسان اقساط پر لوگوں کو مہیا کئے جا رہے ہیں۔اس کے علاوہ پرانی بسوں اور رکشوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! جس طرح خواتین کو اسمبلیوں میں اتنی زیادہ نمائندگی دی گئی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے 20 کروڑ روپے کے فنڈز رکھے گئے ہیں جس سے ان کی فلاح و بہبود کے کام کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! مہنگائی الاؤنس دیا گیا ہے اور پنشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام روشن اقدامات اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلم لیگ کی حکومت نے اس صوبہ کو مثالی صوبہ بنا دیا ہے۔ پہلے کبھی کسی حکومت نے اتنے زیادہ ترقیاتی کام نہیں کئے۔یہ سب کام مسلم لیگ کی حکومت نے سرانجام دیئے ہیں۔ ہمارے قائد ایوان کے روز روشن کی طرح عیاں منصوبے پنجاب کے گاؤں گاؤں، شہر شہر ہر جگہ نظر آرہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ہم بہت زیادہ ترقی کریں گے اور اپنے وزیر اعلیٰ کا Vision 2020 انشاء اللہ پورا کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمارے وزیر اعلیٰ کی مدد فرمائے، ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

محترمہ گلشن ملک: جناب سپیکر! یہ چوتھا بجٹ ہے اور میں چوتھی مرتبہ بجٹ کے حوالے سے تقریر کر رہی ہوں۔ میں نے اپنے حلقے کے بارے میں ہر سال بات کی ہے مگر آج تک پوری نہیں ہوئی۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ شاہدرہ کے رہائشیوں کے لئے راوی کا ٹول ٹیکس ختم ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ شاہدرہ میں جہانگیر اور نور جہاں کے مقبرے ہیں جو کہ دو تاریخی عمارتیں ہیں ان کے لئے بھی اسی طریقے سے بجٹ مختص کیا جانا چاہئے جیسا کہ شالامار باغ کے لئے بجٹ رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گی۔ شکریہ

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! محترمہ گلشن ملک کی تقریر کے دوران محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ نے ایجوکیشن پالیسی پر تنقید کی ہے۔ وہ ساری بات مذاق میں چلی گئی لیکن ایک بات بالکل

واضح ہے کہ قائد پنجاب چودھری پرویزالہیٰ صاحب کے اس ساڑھے تین سالہ دور میں تعلیم کے شعبے میں جتنی ترقی ہوئی ہے آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی، اس کی واضح مثال یہ ہے کہ پچھلے تین سالوں میں 11 لاکھ نئے طلباء وطالبات تعلیم کے دھارے کے اندر شامل ہوئے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ پرائمری اور ہائی سکول کے بچوں کو مفت تعیم دی جا رہی ہے اور مڈل تک مفت کتابوں کی فراہمی بھی پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تاریخ میں کسی قائد یا کسی حکومت نے ایسے اقدامات نہیں اٹھائے اور یہ وہ پالیسیاں ہیں کہ جن کو appreciate کرنا چاہئے۔ مخالفت برائے مخالفت کرتے ہوئے کم از کم کسی کی اچھی پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قائد پنجاب چودھری پرویزالہیٰ کا یہ کارنامہ پاکستان اور پنجاب کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ موجودہ بجٹ پر میرے مختلف بھائیوں نے بہت تفصیلی criticism کی ہے اور بہت facts and figures کے ساتھ اپنے نکات یہاں پیش کئے ہیں۔ چونکہ تنقید کے حوالے سے بہت تفصیلی بات ہو چکی ہے لہذا میں کچھ مثبت تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس نقطہ نظر کے ساتھ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ اپوزیشن بجٹ پر تنقید تو کرتی ہے لیکن مثبت تجاویز نہیں دیتی۔

جناب سپیکر! پاکستان کے مایہ ناز مزاح نگار مشتاق یوسفی نے ایک بڑا خوبصورت فقرہ کہا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ ”جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی قسم جو کم جھوٹ ہوتا ہے اسے صرف جھوٹ کہتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر جو جھوٹ ہوتا ہے اسے سفید جھوٹ کہتے ہیں اور سب سے جو بڑا جھوٹ ہوتا ہے اسے بیوروکریسی کے اعداد و شمار کہا جاتا ہے۔“ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے بجٹ کے اندر جو اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں ان کی کوئی credibility نہیں ہے، ان پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کوئی proper source of management ہی نہیں ہے۔ اس حوالے سے جتنے اعداد و شمار پیش کئے جاتے ہیں وہ سب دفتروں میں بیٹھ کر اندازے لگائے جاتے ہیں۔ statistics اکٹھے کرنے کا کوئی موثر انتظام نہیں ہے۔ جدید اکانومی کی بنیاد درست statistics پر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت

پنجاب کو چاہئے کہ زراعت کے حوالے سے، آبپاشی کے حوالے سے اور اکنامکس سر ویز کے حوالے سے درست اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے لئے موثر ادارہ قائم کیا جائے اور اس کے ذریعے سے یہاں پر correct figures آنی چاہئیں۔ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہم نے development کے لئے ایک بہت بڑی رقم رکھی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کی جو بیوروکریسی ہے، ہمارے جو ادارے ہیں یہ بالکل فیل ہو چکے ہیں۔ آپ ان کو جتنے بھی پیسے دیتے چلے جائیں اس کے اثرات micro سطح پر، عام آدمی کی سطح پر نہیں پہنچتے۔ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں، ان میں ایک نااہلی اور دوسری کرپشن ہے۔ ہماری موجودہ management موجودہ دور، موجودہ سسٹم کے ساتھ چلنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ کرپشن آسمان کو چھو رہی ہے۔ آپ کسی سرکاری دفتر میں چلے جائیں، الاماشاء اللہ چند ایک کو چھوڑ کر سب کرپشن میں ملوث ہیں۔ ظاہر ہے کہ بوری کے اندر سے ایک مٹھی صاف بھی نکل آتی ہے۔ الاماشاء اللہ اگر آپ دفتروں میں جائیں تو اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سب سے بڑے لوٹنے والے ان دفتروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب! ہر معاملے میں کرپشن، لوٹ مار ہماری انتظامیہ کا حصہ بنی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! جن ملکوں نے ترقی کی ہے انھوں نے اپنی بیوروکریسی کی درست ٹریننگ کر کے، ان کی اچھی تنخواہیں مقرر کر کے، ان کی میرٹ پر تقرری کر کے اور باصلاحیت افراد کی تقرری کر کے ترقی کی ہے۔ نالائق، کرپٹ اور نااہل انتظامیہ کو آپ جتنی مرضی رقم دیں گے، 100۔ارب کیا آپ ایک ہزار ارب روپے ان کو development کا دے دیں وہ ان کی جیبوں میں تو ضرور جائے گا لیکن لوگوں کے پاس نہیں جائے گا۔ اس بجٹ کے اندر چار کروڑ روپے بیوروکریسی کی ٹریننگ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ جناب! ان لوگوں کی ٹریننگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ایک نیا ڈھانچہ استوار کرنے کی ضرورت ہے، نئے سرے سے انتظامیہ بنانے کی ضرورت ہے اور جب تک حکمران خود سادگی کی مثال نہیں بنیں گے اس وقت تک کبھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ مسلمان ملکوں میں ملائشیا ہمارے لئے ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے جیسا ملک تھا لیکن وہاں کے حکمرانوں نے سادگی کو اپنایا اور اس کے نتیجے میں اپنے ملک کو جدید ترین، ترقی یافتہ ترین ملکوں میں شامل کر لیا ہے۔ گو آج کچھ لوگ اس شخص کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں لیکن اس کا ایک فقرہ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے کہ جس میں ملا عمر نے یہ کہا تھا کہ ''شاید میں اپنے ملک کے لوگوں کو وہ بہت کچھ نہ

دے سکوں لیکن میں یہ تو کروں گا کہ جو لوگ کھاتے ہیں وہی میں کھاؤں گا، جس طرح لوگ رہتے ہیں اسی طرح میں رہوں گا" اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ ایک روٹی کھاتا اور ایک چائے کی پیالی پیتا تھا۔ وہ ایک چارپائی پر سوتا تھا اور اس کا بالکل سادہ سا ایک گھر تھا۔ میں اس کی بہت ساری چیزوں سے اتفاق نہیں کروں گا لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھوں نے جو یہ مثال قائم کی ہے یہ ہمارے حکمرانوں کو بھی پیش نظر رکھنی چاہئے۔

جناب والا! زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس میں اخراجات جاریہ کے لئے 2۔ارب 48 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور صرف ایک ارب 18 کروڑ روپیہ کا ترقیاتی بجٹ بنایا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ زراعت کو اس وقت تک ترقی نہیں دے سکتے جب تک آپ اس میں موثر ریسرچ کے ادارے نہ بنائیں۔ یہاں پر آلو کبھی -/50 روپے بکنا شروع ہو جاتا ہے اور کبھی -/3 روپے کلو بکنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی ریسرچ نہیں کی جاتی اس پر کوئی پلاننگ نہیں کی جاتی۔ زرعی یونیورسٹی کا معیار بلند کیجئے جگہ جگہ پر زرعی کالجز قائم ہونے چاہئیں۔ زرعی پیداوار کی منصوبہ بندی کی جانی چاہئے اور ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ کون سی فصلیں ہمارے لئے زیادہ مفید ہیں، زیادہ نقد آور ہیں۔ ہمیں ان کی زیادہ encouragement کرنی چاہئے، کپاس پنجاب کی زراعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بڑی بد قسمتی کی بات ہے کہ جو علاقے کپاس پیدا کرتے ہیں وہاں پر شوگر ملیں لگائی جا رہی ہیں۔ ہر دور کے حکمران اس طرح کے کام کر کے اس ملک کو، اس سوسائٹی کو، اس صوبے کو لوٹتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کپاس پیدا کرنے والے علاقے کے اندر شوگر ملوں کا قیام کپاس جیسی نقد آور فصل کو جو ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں ٹریکٹر ہمسایہ ملک سے دگنی قیمت پر فروخت ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود چھ چھ ماہ تک ٹریکٹر نہیں ملتا۔ مقامی زرعی ادویات کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے انھیں protection دینی چاہئے۔ محکمہ زراعت کے اندر ایک خصوصی سیل بنایا جائے، خصوصی ڈائریکٹوریٹ بنایا جائے، ایک اتھارٹی بنانی چاہئے جو دالوں کے اوپر کام کرے۔ ہماری کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ آج اس صوبے کے رہنے والے دالوں کو ترس رہے ہیں لیکن دالیں available نہیں ہیں۔ ہمارے ملک اور ہمارے صوبے میں معیاری بیج کے لئے بھی کوئی موثر اہتمام نظر نہیں آتا۔ یوسف والا فارم جو ہمارا معیاری بیج پیدا کرنے والا ادارہ ہے جو بیج وہ پیدا کرتا ہے اس کی

پیداوار چالیس من ہے جبکہ باہر کی کمپنیوں نے جو بیج متعارف کرائے ہیں اور انھوں نے مارکیٹ میں بھی دیئے ہیں اس کی پیداوار 120 من تک ہے۔

جناب سپیکر! ڈیری فارمنگ اور لائیو سٹاک ہمارے لئے ایک بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ اس کے لئے بہت کم رقم رکھی گئی ہے۔ اس کے لئے صرف 70 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ دنیا کی سب سے بہترین بھینس ہمارے پاکستان میں ہماری نیلی راوی نسل کی ہے اور اس کا پیداواری عرصہ حیات گائے سے دُگنا ہے۔ اس کا دودھ قابل ہضم اور کولیسٹرول بھی کم ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! آپ جدید ترین تحقیق پڑھیں۔ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ میں جو کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں اور میں اس کی تحقیق کر کے آپ کے سامنے بات کر رہا ہوں کہ اس کا کولیسٹرول قابل ہضم ہوتا ہے اور اس کے مضر اثرات کم ہوتے ہیں۔ مجھے ایک جرمن ایڈوائزر ملا اس نے مجھے کہا کہ اگر آپ کٹے کا گوشت پیدا کرنا شروع کر دیں تو آپ پوری یورپ کی مارکیٹ لے سکتے ہیں لیکن اس کے لئے کوئی اہتمام نہیں ہے، کوئی کوشش نہیں ہے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سعودی عرب میں آسٹریلیا کے بکرے کا گوشت 10 ریال کلو بکتا ہے لیکن پاکستانی بکرے کا گوشت 30 ریال کلو بکتا ہے۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ہر شہر کے باہر گوالا اور بھینس کالونیاں بنانی چاہئیں اور ایک Buffaloes Research Institute بنایا جائے۔ اگر بھینس کے لئے خصوصی کوشش کریں تو یہ نہ صرف ہمارے دودھ کی ضروریات پوری کرے گی بلکہ ایکسپورٹ کے ذریعے بھی ہم بڑی رقم کما سکتے ہیں۔

جناب والا! اب میں تعلیم کے حوالے سے ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ تعلیم کے لئے 13.5۔ ارب روپے کا اخراجات جاریہ ہے اور 2۔ ارب 80 کروڑ روپیہ ترقیاتی بجٹ ہے۔ پنجاب ایک بڑا صوبہ ہے۔ یہاں تعلیم کے حوالے سے بڑا شور بھی مچایا گیا لیکن انھوں نے 100۔ ارب میں سے 2۔ ارب 80 کروڑ روپے کا ترقیاتی بجٹ رکھا ہے جبکہ صوبہ سرحد کا بجٹ 40۔ ارب روپے سے بھی کم ہے لیکن انھوں نے اپنے ڈویلپمنٹ بجٹ کا 21 فیصد صرف تعلیم کے لئے مخصوص کیا ہے۔ یہاں پر دعوے زیادہ ہیں لیکن عملی طور پر کام کم ہے۔ سکولز اور کالجز کی بلڈنگز کی تعمیر نو کے جو منصوبے بنائے گئے اس میں بہت بڑے پیمانے پر گھپلے ہوئے، پیسے کھائے گئے اور محکمے دوڑ لگاتے ہیں کہ یہ منصوبہ ہمیں ملے، وہ ہمیں ملے بالکل گھٹیا کوالٹی کی کنسٹرکشن کی گئی۔

میری گزارش ہے کہ جتنے بھی سکولز اور کالجز کی renovation ہو رہی ہے ان کے لئے ایک سکول کالج کونسل بنائی جائے جس کے ذریعے یہ کنسٹرکشن کروائی جائے۔ایک ضمنی الیکشن کے موقع پر وزیراعلیٰ پنجاب نے میرے حلقے میں خود آ کر گرلز ڈگری کالج کے قیام کا اعلان کیا تھا لیکن ابھی تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ میں درخواست کروں گا کہ اس وعدے کو بھی پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر! ایجوکیٹرز کے لئے جو تنخواہیں مقرر کی گئی ہیں وہ شرمناک حد تک کم ہیں۔ بی اے، بی ایڈ کو -/4250 روپے، بی ایس بی ایڈ کو -/4500 روپے اور سبجیکٹ سپیشلسٹ ٹیچر کو -/5500 روپے کی fixed تنخواہیں دی گئی ہیں۔ آپ ایک ہی محکمے میں دو کیڈر چلا کر اس محکمے کا بیڑہ غرق کر دیں گے۔ خدا کے لئے استاد کا احترام کیجئے تعلیم کی ترقی کے لئے جس triangle کی ضرورت ہے اس میں استاد کی عزت اور تنخواہ سب سے اہم ہے۔ ٹیچرز ٹریننگ کا اہتمام کرنا اور جدید نصاب کی فراہمی یہ تین چیزیں ایجوکیشن کی ترقی کے لئے triangle ہوتی ہیں۔ اس کے لئے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیٹرز کے ساتھ جو ظلم کیا جا رہا ہے کہ اس وقت مختلف محکمے peons کے لئے جو تنخواہیں announce کرتے ہیں یہ اس سے بھی کم ہیں لہذا ان کو revise کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بہت دعوے کئے گئے لیکن یونیسف نے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے تعلیمی اداروں کے حوالے سے ایک فلم بنائی ہے۔ اس فلم کو دیکھ کر پڑھے لکھے پنجاب کی ساری حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ اس میں انھوں نے ایک کلاس کا منظر دکھایا ہے کہ وہ ایک کلاس میں جا کر بچوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ بورڈ پر یہ لکھئے کہ میں پاکستانی ہوں۔ وہ چھٹی کلاس کے بچے ہیں لیکن یہ فقرہ کوئی نہیں لکھ سکا کہ میں پاکستانی ہوں اس لئے یہ پیسے اس طرح بانٹتے چلے جانا لیکن اس کے معیار کا کوئی اہتمام نہ کرنا مناسب بات نہیں ہے اس لئے اس طرف بھی توجہ کی جانی چاہئے۔ پنجاب یونیورسٹی پورے پنجاب کے اندر تمام تعلیمی اداروں کی ماں ہے اس کی طرف توجہ کیجئے۔ پچھلے پچاس سالوں میں اتنے طلباء کو وہاں سے نہیں نکالا گیا جتنا گزشتہ ایک سال میں نکالے گئے ہیں۔ یونیورسٹی کی انتظامیہ وہاں کسی فیکٹری کی مالک نہیں ہے اور وہاں کے پڑھنے والے طالب علم فیکٹری لیبر نہیں ہیں۔ وہ استاد اور شاگرد کا رشتہ ہے۔ شفقت اور پیار کے ساتھ اس معاملے کو چلانا چاہئے۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے اخراجات جاریہ کے لئے 20۔ارب روپے سے زائد دیئے جا رہے ہیں لیکن شہر کی حالت یہ ہے۔ میری بدقسمتی ہے کہ آج یہاں پر میری بہن تشریف نہیں

رکھتی سارے شہر میں جگہ جگہ پر گلیوں میں گیٹ لگا کر لوگوں نے راستے بند کر دیئے ہیں۔لوگوں نے چوروں اور ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے سارے راستوں پر گیٹ لگا دیئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام آدمی کے لئے move کرنا مشکل ہو گیا ہے۔اگر آپ نے امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانا ہے تو اس کے لئے آپ پولیس کو دیگر کاموں سے فارغ کریں۔پولیس ہر کام کرتی ہے۔جلسہ ہو رہا ہے تو پولیس نے جا کر اسے سننا ہے کہیں اور کوئی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے تو پولیس کو وہاں بلا لیا جاتا ہے۔ میں یہ سفارش کروں گا کہ پولیس والوں کو اچھی رہائش دیں۔ان کی ٹریننگ کے جو ادارے ہیں وہ بوگس ہیں اگر ان اداروں کے اندر کسی کی ٹرانسفر ہوتی ہے تو وہ اسے اپنے لئے سزا سمجھتا ہے۔میری گزارش ہے کہ ان کی ٹریننگ کے لئے اچھے ادارے بنائیں ان کی حالت زار کو اچھا کریں تو وہ بہتر کام کریں گے۔

جناب والا!واٹر سپلائی اور sanitation کے لئے 5۔ارب 20 کروڑ روپے رکھے ہیں میں گزارش کروں گا کہ ابھی تک نکاسی آب کے لئے جو کام شروع ہوا ہے اس میں بہت بہتری کی گنجائش ہے اسے improve کرنے کی ضرورت ہے، کوالٹی بھی بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے واٹر سپلائی کی سکیمیں چھوٹے شہروں کی سطح پر لے کر جائیں۔

جناب والا!وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے میرے حلقے میں گوالا کالونی اور باقی علاقوں کے لئے نکاسی آب کے اعلانات کئے گئے لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا میں یہ درخواست کروں گا اپنے ان محترم بھائیوں سے کہ جو چیف منسٹر کے حوالے سے یہاں چوبیس گھنٹے نعرے لگاتے ہیں وہ چیف منسٹر کے احکامات کو بھی عملدرآمد کے لئے یقینی بنائیں۔حکومت کی writ بھی اسی طرح سے قائم ہو گی۔

جناب سپیکر!ضلعی حکومتوں کو فنڈز بہت بڑی مقدار میں دیئے جا رہے ہیں۔87۔ارب روپے اخراجات جاریہ میں ہیں 9۔ارب 58 کروڑ روپے ان کو ڈویلپمنٹ میں دیئے جا رہے ہیں لیکن جتنے گھٹیا کوالٹی کے کام ضلعی حکومتیں کروا رہی ہیں ان کا کسی اور کام کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ضلعی حکومتوں کے اندر ورک چارج ملازمین کے نام پر جعلی بھرتیاں کی ہوئی ہیں۔لاکھوں کروڑوں روپے اس کے نام پر ہضم کئے جا رہے ہیں۔صفائی کی صورتحال یہ ہے کہ چھوٹے شہر تو کیا بڑے شہر بھی دنیا کے گندے ترین شہر ہیں۔شرم آتی ہے اگر ہمارا کوئی باہر کے ملک سے مہمان آ

جائے تو ہم ان کو لے کر جائیں وہ شہر کو دیکھتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ یہ ہمارا ملک ہے۔لاہور شہر کے اندر صفائی کا یہ عالم ہے کہ آپ سڑکوں سے گزر نہیں سکتے، گھوم پھر نہیں سکتے جگہ جگہ پر غلاظت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔یہ پیسے ضلعی حکومتیں وصول کرتی ہے لیکن ان کی کوئی موثر placement نہیں ہے۔

جناب والا! ضلعی حکومت سے اس فیصلے کو بہتر فیصلہ سمجھتا ہوں جو انہوں نے ضلعی حکومتوں سے کالجز کو واپس لیا ہے لیکن سکول اور دیگر تعلیمی ادارے ابھی بھی ان کے پاس ہیں۔ کارپوریشن کے سکولوں کی جو حالت زار ہے اس کے متعلق میں یہاں پر مختلف سوالات کے دوران توجہ دلاتا رہتا ہوں اور آپ نے یہ خود بھی دیکھا ہو گا کہ ان کی حالت کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر شہر لاہور کے اندر اور ہر شہر کے اندر تجاوزات کی بھر مار ہے۔ ضلعی حکومتوں کو صوبائی حکومتوں کی طرف سے یہ ٹارگٹ دینا چاہئے ان کو فنڈز دیتے وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ پورے شہر پر مختلف قبضہ گروپوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ سڑکوں پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے، پارکوں پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے اور باقی قبرستان رہ گئے تھے۔ میانی صاحب کا قبرستان لاہور کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔1840 کے قریب ایک صاحب نے یہ پانچ مربع زمین وقف کی تھی۔آج آپ میانی صاحب کے قبرستان کی جگہ کو دیکھئے شاید ڈیڑھ مربع زمین بھی باقی نہیں رہ گئی۔شرم آنی چاہئے ان لوگوں کو کہ جنہوں نے سڑکوں پر قبضے کئے، پارکوں پر قبضے کئے اور اب قبرستانوں پر بھی قبضے شروع کر دیئے ہیں۔یہ ضلعی حکومتوں کی پرلے درجے کی نااہلی ہے کہ وہ لوگوں کے جینے کے لئے کوئی صاف راستہ نہیں دے سکتے تو مرنے کے لئے یہ قبر بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! یہ ضلعی حکومت کی نااہلی ہے کہ لاہور کے اندر سب سے بڑی ستوکتلہ rain water drain ہے اور سارے شہر کے گٹروں کا پانی اس میں ڈال دیا گیا ہے۔غلاظت اور تعفن نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا ہے اور اس ستوکتلہ ڈرین میں غلیظ پانی ڈال دیا گیا ہے۔اس طرح میاں میر ڈرین بھی ہے وہ بھی rain water drain ہے اس کے اندر بھی سارے شہر کے سیوریج کا پانی ڈال دیا گیا ہے؟

جناب والا! میرے پاس ترکی سے ایک وفد آیا ہوا تھا میں انہیں لے کر گیا اور انہوں نے اس ڈرین کی حالت دیکھی مجھے کہنے لگے کہ ستر سال پہلے ترکی آپ کے اس شہر سے بہتر تھا۔آپ نے

اس شہر کی کیا حالت بنادی ہے۔ میں انہیں کیا بتاتا کہ کون ہماری ضلعی حکومتوں پر قابض ہے اور کون ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

جناب سپیکر! صنعت کا شعبہ ایک بہت اہم شعبہ ہے۔ میں خیر مقدم کرتا ہوں جو اس میں پرائیویٹ پبلک پارٹنر شپ کے ذریعے انڈسٹریل ایریا کی مینجمنٹ کمپنیاں بنائی گئی ہیں۔ ان مینجمنٹ کمپنیوں کے ذریعے سے اس کی حالت کافی بہتر ہوئی ہے لیکن میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے اس بجٹ میں کوئی خاطر خواہ اقدامات نظر نہیں آتے ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ محکمہ صنعت اپنی مینجمنٹ کو ٹھیک کرے اور one window اقدامات کئے جائیں۔ سیالکوٹ لاہور موٹر وے کے ساتھ آپ انڈسٹریل سٹی قائم کرنا چاہتے ہیں، انڈسٹریل ایریاز بنانا چاہتے ہیں تو یہ ایک اچھی بات ہو گی لیکن جو موٹر وے پہلے سے موجود ہے اس کے اوپر کسی جگہ پر کوئی انڈسٹریل ایریا ڈویلپ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمارے ملک میں ماہر ورکروں کی شدید ترین کمی ہے۔ ہمارے ملک میں اچھا ڈاکٹر مل جاتا ہے لیکن اچھا کمپاؤڈر نہیں ملتا۔ ہمارے ملک میں اچھا انجینئر مل جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ کام کرنے کے لئے کوئی اچھا اسسٹنٹ نہیں ملتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ جدید ترین نصاب مرتب کریں تاکہ ہم اچھے workers produce کریں۔ جب اچھے ورکر ملیں گے تو ہم نہ صرف اپنے ملک کی ضرورت کو پورا کریں گے بلکہ بیرون ملک بھی بھیج سکیں گے۔ اگر آئندہ کے لئے ملک میں صنعتی ترقی چاہتے ہیں اس کے لئے بھی یہ بہت ضروری ہے ورنہ صنعتی ترقی ایک خواب بن کر رہ جائے گی۔ ہمارا اگر ورکر ماہر ہو گا تو وہ بیرون ملک جا کر ہمارے لئے ایک اچھا source of income بھی بن سکے گا۔

جناب سپیکر! صحت کے لئے 6۔ارب روپے اخراجات جاریہ اور 4۔ارب 64 کروڑ روپے ڈویلپمنٹ کے لئے رکھے گئے ہیں۔ میں اس کی بھی مثال دوں گا کہ صوبہ سرحد کے اندر صحت کے لئے اپنے ترقیاتی اخراجات کا 20 فیصد کے قریب مختص کیا ہے۔ ان کا اس مد میں بہت کم ہے اور تقریباً 4 فیصد کے قریب ہے۔ یہ پورے صوبے کے لئے صحت کے حوالے سے بہت کم ہے جب لوگوں کے لئے پینے کے لئے گندہ پانی مل رہا ہو گا، سڑکیں گندی ہوں، راستے خراب ہوں گے اور تعلیم کے ادارے برباد ہو گئے ہوں گے۔ اس کے بعد جب وہ بیمار پڑتے ہیں تو علاج کے لئے ہسپتالوں میں جاتے ہیں۔ ہسپتالوں کی حالت یہ ہے کہ وہاں پر مینجمنٹ کی بدترین صورتحال

ہے۔میں کہتا ہوں کہ ایک ہسپتال کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے تو کسی فالتو پیسے کی ضرورت نہیں ہوتی ہماری مینجمنٹ کی یہ ناکامی ہے۔آپ دنیا کے کسی بھی حصہ میں پبلک ہسپتال میں جا کر دیکھیں آپ کو وہ صاف ستھرے نظر آئیں گے لیکن ہمارے ہسپتالوں کا عالم یہ ہے کہ آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں جناح ہسپتال ہو، میو ہسپتال ہو یا جنرل ہسپتال ہو آپ کسی ہسپتال کے باتھ روم کے اندر بھی داخل نہیں ہو سکتے۔وہاں پر اتنا گند پڑا ہوتا ہے کہ کسی کا جانے کو دل نہیں کرتا۔اس کے علاوہ جگہ جگہ پر آپ کو medical waste پڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ڈی ایچ کیو ہسپتالوں کا تو کوئی معیار نہیں ہے۔ڈاکٹرز کے علاوہ سینئر افراد بھی وہاں پر موجود نہیں ہیں۔میں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ میڈیکل کالجز کے اندر بھی یونیورسٹیوں نے ٹیچرز کے لئے جو tenure track system introduce ہوا ہے اس کو میڈیکل کالجز میں بھی متعارف کروایا جائے۔میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ہر شہر کے اندر medical waste کو ٹھکانے لگانے کے لئے مناسب بندوبست کیا جائے۔یہ بھی بیماریوں کو پھیلانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ جعلی ادویات کے اشتہارات ہر اتوار والے دن مختلف اخبارات کے سنڈے ایڈیشن میں شائع ہوتے ہیں جو ہر بیماری کو ایک سیکنڈ میں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے دعوے کرتے ہیں۔ان اشتہارات میں اتنی شرمناک باتیں ہوتی ہیں کہ کوئی آدمی پڑھ نہیں سکتا۔میں یہ گزارش کروں گا اور ایک منٹ میں اپنی بات کو سمیٹتا ہوں کہ اس قسم کے جو اشتہارات آتے ہیں ان پر پابندی لگائیں اور جعلی ادویات کے خاتمے کا بھی اہتمام کیا جائے۔ہسپتالوں کی ایڈمنسٹریشن کو بھی بہتر کیجئے اور خاص طور پر چھوٹی سطح پر جو ہسپتال ہیں جیسے ڈی ایچ کیو ان کو بہتر بنانے کی بہت بڑی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ڈویلپمنٹ کے بہت سے ادارے ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔لاہور شہر کی مثال لے لیجئے یہاں پر ایل ڈی اے بھی ڈویلپمنٹ کرتا ہے ضلعی حکومت کی طرف سے بھی ہوتی ہے لوکل گورنمنٹ کا محکمہ بھی ترقیاتی کام کرواتا ہے اسی طرح پھر ہائی وے ڈیپارٹمنٹ ہے محکمہ مواصلات و تعمیرات بھی موجود ہے۔اسی طرح پبلک ہیلتھ انجینئرنگ والے ہیں یہ مختلف ادارے ہیں جو ترقیاتی کام کرتے ہیں ان کا آپس میں کوئی میل جول نہیں ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ادارہ سڑک بنا کر جاتا ہے دوسرا اس کو اکھاڑنے کے لئے آ جاتا ہے۔میں یہ گزارش کروں گا کہ ان ترقیاتی کاموں کے لئے ایک سنٹرل اتھارٹی ہونی چاہئے۔

جو پبلک پرائیویٹ مینجمنٹ کے ساتھ مل کر کام کرے اور ان سارے کاموں کی supervision کرے تاکہ جو اتنے بڑے بجٹ آپ بنا دیتے ہیں جس کا نچلی سطح پر کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔اس کا بھی کوئی اہتمام ہونا چاہئے۔بہت بہت شکریہ۔وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العلمینo

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب محسن خان لغاری!

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا!میں نے بھی نام دیا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کا نام میرے پاس موجود ہے۔جب آپ کی باری آئے گی آپ کو موقع دیا جائے گا۔جناب محسن خان لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: نحمد و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

Thank you, Mr. Speaker. Let me start by congratulating Sardar Hasnain Bahadur Dreshak for delivering his 4th budget speech. By the grace of Allah, this has been the longest state of uninterrupted democracy in Pakistan and Inshallah these Assemblies will complete their term. The democratic process in Pakistan will continue to a great extent and the people of Pakistan will be empowered to make their own decisions. The presentation of the annual budget is the most important time in the Parliamentary Calendar and the Budget is the most important economic document. It is the policy instrument of the Government. It tells us that how the Government is going to raise revenues and where is it going to spending them. It spells out the priorities of the Government. In simple terms it puts the money where the mouth is. It is the time to honour all the verbal commitments that have been made. The fundamental nature and responsibility of the Government is to make choices. Governing means deciding and the budget is the most important decision of the Parliament made during the year. Sir, I would ask what

course of action will be taken and how the limited resources will be allocated to meet the ever-growing demands. The budgetary process is one of the primary nature where these choices are made. I had an opportunity to attend a budget seminar where the experts had agreed what I was saying. The Legislators should be made an important part of the budget making process. The experts went on saying that the process whereby the Parliament considers and approves a budget is the essence of the democracy and the choices made are without any legitimate role of the Parliamentarians. The parliamentary role in budget making allows the peoples' representatives to provide their input into the Government choices and give their process of legitimacy. The budget speech of 2003 has informed us that a three year plan was to be put into action to meet the developmental needs of the Province. Increase in economic growth rate, poverty alleviation and eliminating regional disparities were set as the main targets. By the grace of Almighty Allah, our economy is growing. The Finance Minister told us that the growing rate is 7 to 8 percent per year. He informed that 3.5 million new jobs have been created. There has been a reduction in poverty. About 7 million people who were living below the poverty line are no more living below the poverty rupees line. Our revenue budget, this year, is in excess of 274 billion rupees which is 22.13 percent higher than the last year. By the grace of Allah, we have achieved the economic growth and they are doing a good job but let us ask ourselves, has poverty been alleviated and more importantly has the

regional disparity been redressed? I have always tried to highlight the chaos of the less-developed areas which by coincidence lie in the lower half of the Province. I won't use the word Southern Punjab becuase it is not a very popular word these days.

ملک اصغر علی قیصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ملک اصغر علی قیصر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! معزز ممبر لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں اسی لئے وہ اوپر گئے ہیں تاکہ وہاں پر سامنے کاپی رکھ کر پڑھ سکیں تو میرے خیال میں یہ ہاؤس کی روایات کے مطابق نہیں ہے کہ لکھی ہوئی تقریر پڑھی جائے۔

جناب سپیکر: میں نے انہیں اجازت دی ہوئی ہے۔ جی، لغاری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Let me quote statistics that were given out during the Punjab Development Forum 2006. All of these numbers are from 2003-04 but they are very relevant. 39 percent of the people of Punjab earn less than Rs.750/- per month.

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سید ناظم حسین شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ابھی آپ نے کہا ہے کہ میں نے ان کو اجازت دی ہوئی ہے۔ جس معزز رکن نے بھی ہاؤس میں speech کرنی ہوتی ہے تو اس نے اپنے جذبات کی ترجمانی کرنی ہوتی ہے۔ اگر آپ اس طریقے سے یہ precedent create کر رہے ہیں تو پھر کسی کے جذبات کی ترجمانی نہیں ہوگی۔ ہر آدمی لکھ کر لے آئے گا اور تقریر پڑھ لے گا۔ references تو دیئے جا سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پہلے ایسا کوئی precedent نہیں ہے۔ یہ آپ کے اختیارات میں ہے اور میں آپ کے اختیارات کو چیلنج نہیں کر رہا مگر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ the King is a

person who makes history at every step and now you are sitting over there on the Chair. تو یہاں پر and are creating a history. تو ایک ایسا precedent create کریں کہ جس سے آنے والے وقتوں کے لئے کوئی قدغن نہ ہو بلکہ اچھی روایات پیدا ہوں اس لئے آپ سے میری یہی گزارش ہے کہ آپ ایسا precedent create کر رہے ہیں کہ جس سے جذبات کی ترجمانی ختم ہو جائے گی۔ ہر آدمی کسی سے لکھوا کر لے آئے گا اور یہاں پر وہ تقریر پڑھ دیا کرے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شاہ صاحب! پہلے تو میں یہ گزارش کر دوں۔ (قطع کلامیاں)

شاہ صاحب! پہلے میری گزارش سن لیں۔ سب سے پہلے بجٹ پر بحث کا جب آغاز ہوا تھا تو پورا ہاؤس اس بات کا شاہد ہے کہ اپوزیشن لیڈر نے جب اپنی بحث کا آغاز کیا تو وہ بھی نوٹس دیکھ رہے تھے، یہ سارے ہاؤس نے دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ان کو ہی میں روک دیتا تو بجٹ پر بحث ہی نہ ہوتی۔ اس کے بعد بھی وقفے وقفے کے بعد کئی دوستوں نے نوٹس تیار کئے ہوئے ہوتے ہیں تو ضرورت پڑنے پر ان پر بھی نظر پڑ جاتی ہے۔ میں نے انہیں اجازت دی ہے کہ وہ دیکھ لیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہر ممبر کا استحقاق ہے کہ وہ نوٹسز اور references دیکھ سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے مگر لکھی ہوئی تقریر پڑھنا یہ اچھی روایات نہیں ہیں۔ نوٹس تو ہر آدمی دیکھتا ہے۔ ہم بھی پوائنٹس لیتے ہیں مگر انہوں نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں یہ کہا ہے کہ وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔ precedent ہے چاہے کوئی بھی کرے اس میں لیڈر آف اپوزیشن ہو یا لیڈر آف دی ہاؤس ہو،

Wrong is wrong and whenever it is committed no matter by whom it is committed, it should be corrected.

محترمہ شمیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔ آپ، ہاؤس کو چلنے دیں، پلیز چلنے دیں۔ جی، لغاری صاحب!

محترمہ شمیم اختر: معزز ممبر نے پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے کہ لغاری صاحب لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے لغاری صاحب صرف hints دیکھ رہے ہیں لیکن ماشاء اللہ لغاری صاحب کو انگریزی پر اتنا عبور ہے کہ ایسے لگتا ہے کہ وہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، لغاری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Sir, I was pointing out that 39 percent of the people of Punjab earn less than Rs.750/- per month. These numbers are very alarming if you look at the details. It is 66 percent in Rajanpur, 66 percent in Bahawalpur; and Rahim Yar Khan district Our Chief Minister is representing today, the number is 63 percent Bahawalpur, which at the time of partition was one of the richest areas of the country and which even supported financial aid to Pakistan today there are 66 percent people who are earning less than Rs.750/- per month. Out of 13 districts of the lower part of the Province, in 8 districts more than 50 percent people are earning less than Rs.750/- and out of 21 districts of the upper Punjab, Attock is 52 percent and, Okara and Kasur with 50 percent qualify for this dubious distinction. If you look at the other social indicators like child labour, it is 47 percent and Rajanpur and Bhakkar, 46 percent in Muzaffargarh, 45 percent and Dera Ghazi Khan and Lodhran, 44 percent in Bahawalpur and so on. People without access to sanitation- Rajanpur is 71 percent, Muzaffargarh is 71 percent, Layyah is 68 percent, Dera Ghazi Khan 67 percent, Jhang 64 percent and the list goes on.

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ٹھنڈ بڑی لگ رہی اے، تھوڑا جناا ے سی مٹھا کرادیو، جناب!

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، لغاری صاحب!

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEGHARI: Mr

Speaker! The fact cannot be denied that there is an economic boom. Whenever I come to Lahore, I am reminded of the social and economic gains that are taking place in this part of the country. Please don't take me wrong, I love Lahore and I am a propagator of the saying that "نئیں ریساں شہر لاہور دیاں" but as Shakespeare said in "Julius Caesar" it is not that I love Caesar less but I love Rome more, it is not that I love Lahore less, it is just that I love Dera Ghazi Khan more. Sir, poverty is an indicator of an unequal distribution of resources. It is unjust distribution of gains. It should be the prime target of the Government to remove the inequalities by implementing developmental plans. The stated goal of poverty alleviation cannot be achieved if the large section of the society is kept away from the sources we gain but poverty can be narrated by sound economic and social policies. The Finance Minister has told us about the Punjab's point of view that population based distribution of the NFC Award has been accepted by the President. Sir, I would like to remind him that there is a Resolution by Miss Sughra Imam, Mrs Humaira Awais Shahid, Mr Abid Chattha and myself which was referred to the House Committee that demanded similar division in Punjab as well, Sir. I would also like to add that the NFC Award besides this distribution also has a provision for the backwardness of the districts and the grants that are given like 11 percent for Punjab; 21 percent for Sindh; 33 percent for Balochistan; and, 35 percent for NWFP. Sir, we have a Rs. 100 billion development

budget. Let me bring to the notice of the House that Dera Ghazi Khan, Bahawalpur and Multan Division are at least 35 percent of the population and I would like to request for our fair share. It was heartening to hear that Punjab Finance Minister informed us in 2004 that 7 billion rupees were being appropriated for Sourthern Punjab Baic Urban Services Project but two years have passed and we have yet to see a project on ground. Sir, I went to the internet and started searching on this project where I found that the loan was sanctioned in December 2003 and the project is to be completed by January 2009. It is a 5-year project of which two and a half years have already been lapsed and we do not see a project on ground, Sir. The Asian Development Bank has expressed its dissatisfaction over the slow progress of implementation by the Local Government and Rural Development Department of the Punjab Government and a Review Mission will soon be coming to Pakistan by the end of this month to see the progress on this.

Sir, water born diseases have unfortunately caused deaths all across the Province and Dera Ghazi Khan was also severely hit by it. About 950 million rupees were announced for Faisalabad and a 100 thousand for the families of each of the deceased. I would like to request that a similar package should also be announced for the victims of Dera Ghazi Khan.

Sir, we allocated billions of rupees for the New Murree Project. I pleaded the case of Fort Manru as an alternate Hill Station. The House supported me on this and we passed a unanimous Resolution. In last year's budget speech a

commitment was also made for Fort Manru's development. The 7 km road from the National Highway to Fort Manru is being improved. I appreciate it but it needs more than just 7 km of road, The Fort Manru was the Summer Headquarter of the Multan Comissioner during colonial days. It has all the basic infrastructure to be a tehsil headquarter for the tribal area which probably has only one tehsil which does not have any office and all the offices are located in Dera Ghazi Khan City. We need a Tehsil Headquarter.

A Resolution was also passed by this House to upgrade the Civil Hospital to a Tehsil Headquarter Hospital but nothing has been done so far. The whole tehsil doesn't have a college, and I would like to request a college for the tehsil. We have made great progress in infrastructure building and 27000 km of roads have been built during last six years. Sir, this year, we have allocated 14 billion rupees for roads. I want to put a question and please don't take it in a wrong context. Can we please be given a district-wise and year-wise list of these raods Sir. The Provincial Development Programme has an allocation of 65 billion rupees and out of these; 23 billion rupees have been allocated for Specail Infrastructure Programme which includes Lahore Ring Road, Lahore-Sialkot Motorway and the rapid Mass Transit System.

Mr Speaker! I would like to suggest not to allocate public funds for these massive projects which can easily and willingly be taken up by private builders on BOT basis. Karachi is an excellent example where private and in most cases foreign

companies are doing the projects worth billions.

The Government should only ensure that the contract is awarded in a transparent way. This is essential to improve the quality of the life of rural poors, sir. Let us give them clean drinking water, better health facilities, better education and even subsidy on agriculture inputs. We can all sit down and decide on this. The Cabinet should do it, but please, Sir, redress the needs of the rural people first. The gap between the “have” and the “have not” is increasing at a very alarming rate, sir.

In the end I would like to repeat what I have been saying since 2003 that the budget should not become a secret document, it should be deliberated, discussed, debated and thrashed out in this august House. We the Representatives should have a thorough discussion on the budget which is the most important document presented in the Parliamentary Calendar. The lack of interest in proceedings in this most session of the year is a proof enough that there is no ownership of the budget by the Parliamentarians, even nobody had pointed out the quorum Parliamentary Committee should be involved in the budgetary process. Let us strengthen the House Committees. They are the blocks of the parliament strength; the stronger they are, the more stronger the institution of the parliament will be. Each House Committee should work closely with the respective departments to pay their budget and oversee its implementation.

In the end Sir, I would end with Faiz Ahmad Faiz's poem 'Dua'

یہ بڑی relevant ہے اور ہم اس بارے میں سوچیں۔

آیئے ہاتھ اٹھائیں ہم بھی
ہم جنھیں رسم دعا یاد نہیں
ہم جنھیں سوز محبت کے سوا
کوئی بت کوئی خدا یاد نہیں
عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیریں فردا بھر دے
وہ جنھیں تاب گریباں یہ ایام نہیں
ان کی پلکوں پر شب و روز کو ہلکا کر دے
جن کی آنکھ وہ روز صبح کا یارا بھی نہیں
ان کی راتوں میں کوئی شمع منور کر دے
جن کے قدموں کو کسی راہ کا سہارا بھی نہیں
ان نظروں پہ کوئی راہ اجاگر کر دے
جن کا دین پیروی کذب و ریا ہو
ان کو ہمت کفر ملے جرأت تحقیق ملے
جن کا سر منتظر تیغ جفا ہے ان کو
دست قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق ملے
اس کا سر نیہاں جانے تپا ہے جسے
آج اقرار کریں اور تپش مٹ جائے
ہر سحر دل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اور خلش مٹ جائے
شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جناب ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے پنجاب کے اس معزز ایوان میں بجٹ 07-2006 پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب سے یہ ملک معرض وجود میں آیا ہے۔اس ایوان کے اندر بجٹ پیش ہوتے رہے، ضمنی بجٹ پیش ہوتے

رہے، منی بجٹ پیش ہوتے رہے اور تب سے ہی یہ وتیرہ رہا ہے کہ حکومتی بنچوں نے ہمیشہ ان بجٹوں کو عوام کے لئے انقلابی اقدام اور غربت کا خاتمہ اور خوش آئند قرار دیا ہے جبکہ اپوزیشن بنچوں کی طرف سے ہمیشہ سے اس کو عوام دشمن اور غریب کو مٹانے والا اور غریبوں کے لئے ایک پھندے کا نام دیا گیا۔

جناب سپیکر! جتنے بھی بجٹ اس اسمبلی کے بننے کے بعد یہاں پر پیش ہوئے۔ اگر ہم حکومتی بنچوں سے اتفاق کریں تو ہر بجٹ غریب عوام کی فلاح کے لئے تھا تو پھر غربت کیوں ابھی تک باقی ہے اور مسائل کیوں ابھی تک باقی ہیں؟ اگر ہم ان سے اتفاق کریں کہ واقعی وہ بجٹ فلاح کے بجٹ تھے تو پھر مسائل کم ہونے کی بجائے کیوں بڑھے ہیں لہذا ثابت یہ ہوا کہ حکومتی بنچوں کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ان کو لکھ کر بنا کر دے دیا جائے۔ انھوں نے اس کا تحفظ کرنا ہے۔ بے شک ان کو اس میں خامیاں بھی نظر آتی ہوں لیکن ان کی مجبوریاں اپنی جگہ پر کہ وہ اپنی ہی پارٹی اور اپنے ہی پروگرام کے متعلق بات نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! یہ ایوان ہمیں اس بات کا حق دیتا ہے کہ ہم اپنے مافی الضمیر کے مطابق اپنے علاقوں کے اور اس صوبے کے جو مسائل ہیں ان کی نشاندہی کریں اور پردہ پوشی نہ کریں بلکہ عوام کی صحیح نمائندگی کا حق ادا کریں کہ جنھوں نے ہمیں ووٹ دے کر یہاں پر بھیجا ہے۔ ان کی نظر میں ایک شعر کرنا چاہوں گا کہ:

کتنا عجیب شخص تھا وہ آدمی قتیل
مجبوریوں کا جس نے وفا نام رکھ دیا

تو یہ اپنی اپنی مجبوریوں کے تحت حق نمائندگی ادا کرنے سے محروم لوگ ہیں اور اپنی آواز دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر! سڑکیں بننی چاہئیں، پل بننے چاہئیں، انڈر پاس بننے چاہئیں لیکن میں ایسی سڑک کا کیا کروں کہ جہاں پر دن دہاڑے مجھے چلنے میں خطرہ محسوس ہو، جہاں پر ڈکیتیاں ہوں۔ میں ایسی رنگ روڈز کا کیا کروں کہ جہاں پر لوگوں کو لوٹا جائے اور ان کی جمع پونجیاں لوٹ لی جائیں، قتل و غارت ہو، میں اس بجٹ کا کیا کروں جو پولیس کو دے کر اس کے حوصلے بڑھائے جائیں اور under-age بچیوں کے ساتھ ریپ ہوں اور پولیس کے حوصلے اتنے بڑھ جائیں کہ تھانے کے اندر ہی ایسے واقعات ہوں۔ آج میں اخبار پڑھ رہا تھا کہ ڈی آئی جی لاہور کے گن مین نے ایک شخص

جس نے اپنے بچیوں کو قتل کیا تھا،اس کو قتل کر دیا۔ یہ پولیس خود ہی عدالتوں کا نظام بھی سنبھالنے لگ گئی ہے اور ایسے ہسپتالوں کو کیا کروں جہاں پر دوائیاں میسر نہ ہوں، جہاں پر مریض تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دیں۔ آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ فیصل آباد کے اندر شاید پاکستان کی تاریخ میں پہلا ایسا واقعہ تھا کہ درختوں کی ٹہنیوں کے اوپر ڈرپیں لٹکا کر لوگوں کو treat کیا گیا اور دھوپ میں ان کی چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔ کہاں گئے وہ وعدے کہ ہم نے ہیلتھ کے لئے یہ بجٹ رکھا ہے، کہاں گئے وہ "پڑھا لکھا پنجاب" کے وعدے کہ آج بھی اس لاہور شہر کے اندر جو صوبائی دارالحکومت ہے پچاس سے زیادہ ایسے سکول ہیں جن میں بجلی نہیں ہے، جن میں واٹر ٹینک نہیں ہیں۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! ہمارے معزز بھائی ایک بات فرما رہے ہیں کہ ٹہنیوں کے اوپر ڈرپیں لگائی گئیں، چارپائیاں باہر رکھی گئیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر آپ کی گنجائش صرف تین سو سیٹوں کی ہے، جب ساڑھے چار سو ممبر آ جائیں گے تو اس کے لئے جگہ کا انتظام کرنا پڑے گا۔ اگر ایک آفت آ گئی تھی وہ کسی ایک شخص کی طرف سے تو نہیں تھی اگر وہاں گندے پانی کا مسئلہ ہو گیا تھا جیسے بھی ہوا لیکن اگر اس وقت ہسپتالوں میں جگہ 200 مریضوں کی ہے تو چار سو بندہ تو اس ہسپتال میں نہیں جا سکتا لیکن وہاں 300 کو تو بچایا جا سکتا ہے اور انہوں نے امداد تو دی ہے۔ کسی جگہ ایسی بات نہیں ہوئی کہ جہاں دوائیاں نہ ملی ہوں اور کسی ہسپتال میں آج تک ایسا نہیں ہوا۔ چیف منسٹر کے حکم سے سب جگہ پر دوائیاں مل رہی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ملک صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں کہہ رہا تھا کہ [******]

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ اسے کارروائی سے حذف کیا جائے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ ملک صاحب! ایسے الفاظ کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں ایک مثال دے رہا ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر کسی کے پاس پیسا آ جائے اور اس کو خرچ کرنے کے لئے اس کی جو ترجیحات ہیں جہاں پر ضرورت کے مطابق لگانا چاہیئے وہاں نہ لگ سکے تو اس پیسے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہمیں mental development کے لئے کام کرنا چاہیئے، ہمیں ذہنی ارتقاء کے لئے کام کرنا چاہیئے، ہمیں لوگوں کی سوچ کو تبدیل کرنے کے لئے کام کرنا چاہیئے تاکہ اس ملک کے اندر جرائم کم ہو سکیں اور لوگوں کو ایک سوشل ویلفیئر سٹیٹ کی طرح treat کر سکیں اور ان کو ان کی دہلیز پر وہ سہولتیں میسر ہوں جو ان کا بنیادی حق ہے کیونکہ جب سے یہ ملک پاکستان بنا ہے تب سے امراء، شرفاء اور صاحب اقتدار لوگوں نے ہمیشہ غریب کو مسئلہ قرار دیا ہے اور غریب کو ہی ہمیشہ کہا ہے کہ ہم اس کے مفاد کے لئے یہ کام کر رہے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا یہ غریب نے ہی ہمیشہ مسائل پیدا کئے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو پاپولیشن ویلفیئر کا جو فنڈ ہے وہ سارا غریب بستیوں میں لگا دیا جائے تاکہ غریب لوگوں کی اولاد بڑھ نہ سکے، وہ بچوں کو جنم نہ دے سکیں اور شرفاء، امراء اور صاحب اقتدار لوگوں کو تنگ نہ کر سکیں۔ یہاں پر facts and figures کی بات ہوئی، یہاں پر اپوزیشن لیڈر نے اور دوسری جماعتوں کے قائدین نے بڑے اچھے facts and figures پیش کئے اور پورا operation کیا۔ میں صرف ایک نکتے کو مرکوز کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک گڈ گورننس کا خواب پورا نہیں ہوتا اور گڈ گورننس کے لئے یہی میں کہنا چاہوں گا کہ آج اگر اس صوبے کے پاس وسائل ہیں تو خدارا! صرف دو چار شہروں کو فوکس بنا کر ایسا نہ کیا جائے کہ وہاں ہی تمام وسائل خرچ کر دیئے جائیں۔ باقی جو علاقے اور دیہات ہیں، میرا حلقہ شہر کے اندر ہے لیکن آج بھی اس کی گلیاں پہاڑیوں کا منظر پیش کرتی ہیں۔ اسی طرح سکولوں کو جو فنڈز دیئے گئے وہ ان علاقوں میں دیئے گئے جہاں پر صاحب اقتدار لوگوں نے ان کی سفارشات کیں۔ اگر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے پاس لسٹ ہے جہاں پر سہولیات نہیں ہیں تو ان کے مطابق priority basis پر جہاں جہاں پر ضرورت ہے اس کو خرچ کیا جانا چاہیئے تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میری گزارش ہے کہ اگر اس صوبے میں محرومیوں کا ازالہ کرنا ہے، اگر آپ نے لوگوں کو اچھی گورننس دینی ہے تو پھر میرٹ اپنانا ہوگا۔ جہاں پر جو چیز چاہیئے اس کو پہلے provide کرنی ہوگی۔ بجٹ تقریر کے اندر وزیر خزانہ صاحب نے ایک triangle سیالکوٹ،

لاہور، گوجرانوالہ اور گجرات کا ذکر کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ triangle فیصل آباد کی طرف کیوں نہیں گئی جو مزدوروں کا شہر ہے جس کی ملوں کی چمنیوں سے آنے والا دھواں مزدوروں کے پسینے کی خوشبو سے رچابسا ہوتا ہے۔ یہ سارا پیسا اسی triangle پر کیوں لگایا جارہا ہے؟ اب فیصل آباد کو بھی اس میں شامل کیا جائے اور ریسرچ انجینئرنگ یونیورسٹی بنانی ہے وہ بھی اسی بائی پاس یا موٹر وے کے آس پاس بنائی جائے۔ جو ملازمین کی 15 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ مہنگائی نے اس ملک کے عوام کو چکنا چور کر دیا ہے۔ ہم لوگوں کی عزت نفس سے کھیل رہے ہیں۔ کبھی ان کو بل جمع کروانے کے لئے لائنوں میں لگا رہے ہیں، کبھی ان کو زکوٰۃ اور بیت المال کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور اب یوٹیلٹی سٹورز پر جو کام شروع ہوا ہے، کیا 494 یوٹیلٹی سٹورز پورے صوبے کی ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں؟ وہ نہیں کر سکتے اس کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کوئی پروگرام بنانا ہوگا اور غریب عوام کو بلوں کی صورت میں اوراشیائے ضروریات کی صورت میں subsidize کرنا ہوگا۔ گورنمنٹ ملازمین کی جو تنخواہیں بڑھی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت ناکافی ہیں۔ ان میں ان لوگوں کو ignore کیا گیا ہے جو کنٹریکٹ کی بنیاد پر بھرتی ہوئے ہیں۔ ان کی تنخواہیں نہیں بڑھائی گئیں۔ ان کی بھی اسی حساب سے تنخواہیں بڑھنی چاہئیں۔ کیا جو لوگ کنٹریکٹ پر ہیں وہ مہنگائی کی چکی میں نہیں پس رہے؟

جناب سپیکر! میں پھر قانون سازی کی بات کروں گا کہ یہاں پر جو قوانین بنائے گئے ان پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میں ہیلتھ والوں سے بات کرتا ہوں کہ یہ جو نیم حکیم اور پریکٹشنر ہیں جو لوگوں کو لوٹ رہے ہیں، لوگ مر رہے ہیں آپ ان کے کلینک بند کروائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو کوئی قانون نہیں ہے کہ ہم ان کو پکڑ سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہائرایجوکیشن کمیشن پاکستان میں ایک ایسا ادارہ ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے کہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب نے اس ملک کی ایجوکیشن کے لئے جو کام کیا ہے یہ قوم ان کا احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی لیکن انہوں نے نشاندہی کی کہ پنجاب کے اندر جو کالجز یونیورسٹی گرانٹ کمیشن سے recognize نہیں ہیں ان کو بند کیا جائے، وہ 80 سے زیادہ کالج تھے۔ کیا ہمارے پنجاب کے محکمہ تعلیم نے اس پر کوئی عملدرآمد کیا، لوگوں نے وہاں پر بھاری بھاری فیسیں دے کر داخلے لئے، سادہ لوح لوگوں کو لوٹا گیا اسی لئے میں بات کرتا ہوں کہ بات دعوؤں کی نہیں کرنی چاہئے بلکہ عملدرآمد کی کرنی چاہئے، بات گڈ گورننس کی کرنی چاہئے اور وہ بات کرنی چاہئے جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہو۔ یہ بجٹ جو اس ایوان میں پیش

کیا گیا ہے یہ بھی سابق بجٹوں کی طرح یہاں پر اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ اصل مزہ تو تب آئے گا کہ جب اس صوبے کے پسے ہوئے غریب، محکوم اور نادار لوگوں کی خدمت کی جائے گی۔ میں تو اس بجٹ کے بارے میں یہی کہوں گا کہ:

کچھ سپنے کچھ وعدے دے کر ٹال گیا
جیون کا ایک اور سنہرا سال گیا

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب جوزف حاکم دین!

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پرسوں بھی اخبار میں ایک خبر آئی تھی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک عدالتی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوری طور پر ٹیوٹا کے ملازمین کی پروموشن کا نوٹیفکیشن جاری کیا۔ اب ٹیوٹا کے ملازمین اور اساتذہ چیئرمین کا شکریہ ادا کرنے کے لئے سیکرٹریٹ گئے لیکن پرسوں کڑی دھوپ میں گیٹ کے باہر ان کو کھڑا کر دیا گیا اور ان کو اندر نہیں جانے دیا گیا۔ جب انہوں نے کہا کہ چیئرمین کے ساتھ ہمارا رابطہ کرائیں اور سیکرٹری کے ساتھ ہمارا رابطہ کرائیں۔ اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ بیوروکریسی کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کی ضرورت ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا اور جن اساتذہ کی ترقی کا مسئلہ تھا ان کا نوٹیفکیشن کیا لیکن بیوروکریسی نے جان بوجھ کر ان کو کسی اور جگہ convert کرنے کے لئے ان کو گیٹ کے اندر نہیں آنے دیا۔ میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ ان افراد کے خلاف جنہوں نے فنی اساتذہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے ان کے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی ہونی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ بات ابھی میرے نوٹس میں لائے ہیں لیکن میں اپنے بھائی کی تھوڑی سی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ چیئرمین TEVTA سیکرٹریٹ میں نہیں بیٹھتے وہ گلبرگ میں بیٹھتے ہیں اسی طرح سیکرٹری انڈسٹری بھی سیکرٹریٹ میں نہیں بیٹھتے۔ شاید اسی وجہ سے ان کو سیکرٹریٹ میں نہ جانے دیا گیا ہو کہ سیکرٹری انڈسٹری اور نہ ہی چیئرمین TEVTA سیکرٹریٹ میں بیٹھتے ہیں۔ دونوں حضرات باہر بیٹھتے ہیں اس لئے آپ مجھے یہ شکایت دے دیں

اگر ان کا کوئی نمائندہ موجود ہے۔ میں ان سے بات کر کے ان کی تسلی کروادوں گا لیکن غالباً یہ خبر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ غلط فہمی نہیں ہے۔ ان کا چیئرمین گلبرگ میں بیٹھتا ہے۔ چیئرمین بہت اچھا آدمی ہے شاید ان کو اس معاملے کا پتا ہی نہ ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے سب کچھ کیا ہے کم از کم ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے یقین دہانی کرادی ہے آپ تشریف رکھیں۔ اب میں جناب جوزف حاکم دین صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے موقع دیا کہ میں بجٹ کے بارے میں کچھ باتیں کر سکوں۔ بجٹ 07-2006 معاشی اور سیاسی استحکام کا ضامن بجٹ ہے جس میں پنجاب کے عوام کی ترقی اور اس کی خوشحالی کے لئے بات کی گئی ہے اور ایسے اقدامات اٹھائے گئے ہیں جس سے عوام کے مفاد وابستہ ہیں اور اس سے عوام کے مفاد پورے ہو سکتے ہیں۔ اس بجٹ سے عوام کی ترقی ہو گی، خوشحالی آئے گی، معاشی طور پر لوگ مضبوط ہوں گے، روزگار کی سہولتیں میسر ہوں گی اور عوام کے لئے ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے شعبے میں حکومت پنجاب نے جس قدر خطیر رقم رکھی ہے وہ کافی ہے اس سے لوگوں کو یہ فائدہ ہو گا کہ لوگوں کو تعلیم کی سہولتیں ملیں گی اور پڑھے لکھے پنجاب کا خواب پورا ہو گا۔ میں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کی خطیر رقم تعلیم کے لئے رکھی ہے۔ جب لوگ تعلیم یافتہ ہوں گے تو وہ اچھے شہری بن سکیں گے، لوگوں کو سہولتیں دیں، تمام سکولوں میں missing facilities مہیا کیں، مفت تعلیم دی، مفت کتابیں دیں، یہ سب کچھ انہی کی بدولت ہوا ہے۔ آج تعلیم کے شعبہ میں 60 فیصد rate of literacy ہو چکا ہے۔ پرائیویٹ یونیورسٹیز کو جگہ دے دی گئی، ان کے بل پاس ہوئے۔

جناب سپیکر! میں ہیلتھ کے حوالے سے بات کروں گا اس شعبہ میں بجٹ کا کافی حصہ مختص کیا گیا ہے۔ ہسپتالوں میں ادویات مہیا کی گئی ہیں تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ڈاکٹروں کے لئے سہولیات، حکومت کا کام، نرسز کے لئے سکول بنانا، نرسوں کو تعینات کرنا، پچھلے دنوں چھ سو سے سات سو تک نرسیں جناب وزیراعلیٰ کے حکم پر تعینات ہوئیں اور وہ مختلف ہسپتالوں میں گئیں تاکہ وہ لوگوں کی اور عوام کی خدمت کر سکیں۔ میں ڈاکٹر طاہر علی جاوید وزیر صحت کو خراج تحسین

پیش کرتا ہوں جنہوں نے اس شعبے میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔انہی کی وجہ سے نرسوں کی بھرتی ہوئی،ڈاکٹروں کی تعیناتی ہوئی اوران کو سہولیات ملیں۔

جناب سپیکر!میں زرعی شعبے کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں جو بہت بڑی اہمیت کا حامل شعبہ ہے، کھاد کی قیمتیں کم ہوئیں، ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی پر ٹیکس کی چھوٹ دی گئی، ایک لاکھ سے زیادہ پلاٹ ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے گئے جن کی زمینیں نہیں تھیں،زرعی اجناس کی قیمت خرید میں مسلسل اضافہ کیا گیا۔لاہور سے سیالکوٹ تک موٹروے تعمیر کا جو عندیہ دیا گیا ہے اس کے لئے بھی چودھری پرویزالٰہی مبارکباد کے مستحق ہیں۔پٹرولنگ پوسٹیں بنائی گئیں۔یہ کس لئے؟یہ اس لئے کہ عوام کو سہولیات ملیں، عوام کا سفر محفوظ ہو اور لوگ حادثات سے بچ سکیں یہ سب کام چودھری پرویزالٰہی وزیراعلیٰ پنجاب کی جامع منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے اور یہی منصوبہ بندی صوبہ پنجاب کے عوام کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔میں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی اور جناب حسنین بہادر دریشک وزیر خزانہ پنجاب کو ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر!میں تو یہاں تک کہوں گا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی میں ترقی کی راہیں استوار کیں اور پسماندہ علاقوں کے لئے خصوصی مراعات رکھی ہیں۔تین چار دن اسمبلی میں جنوبی پنجاب کی باتیں ہوتی رہیں۔میرے خیال میں اگر آپ اے ڈی پی کو دیکھ لیں تو جنوبی پنجاب کے لئے بھی کافی رقم رکھی گئی ہے۔میں اقلیتوں کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اقلیتوں نے پاکستان بنانے میں اپنی ذمہ داری،اپنے ووٹ کا حق استعمال کیا۔آج قومی جھنڈے کو دیکھیں کہ اس میں دو نشان اقلیتوں کے لئے اور اکثریتی لوگوں کے نشان ہیں۔اگر یہ نشان نہ ہوتے تو آج اقلیتوں کی جتنی بھی عزت ہوتی وہ ہمیں پتا ہے۔ہم اقلیتیں پاکستان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں اسی لئے تو اقلیتوں نے اپنے فارم اسی جماعت کے لئے بھرے ہیں تاکہ یہ عوام پاکستان مسلم لیگ کو اپنے ووٹ کا حق دے کر انہیں جنرل الیکشن میں کامیاب کر سکیں۔50لاکھ روپے کی رقم ہر ممبر کو دے دی گئی جس کے لئے ہم چودھری پرویزالٰہی کے شکر گزار ہیں۔Minorityکے پچاس لاکھ اگرچہ پچیس لاکھ روپے انہوں نے خواتین کے لئے کم کر دیا لیکنMinorityکے لئے وہ نرم گوشہ اور نرم دل رکھتے ہیں اور انہوں نے پچاس لاکھ کی یہ رقم بھی ہمیں دی۔میں اس کے لئے بھی چودھری پرویزالٰہی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اقلیتی عوام کو ہر سطح پر۔۔۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں یہ وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ پچھلی دفعہ جو 25لاکھ روپے نہیں دیئے گئے تھے وہ خواتین کی طرف سے earthquake کے disaster میں کشمیری بھائیوں کے لئے یہ رقم دی گئی تھی اور یہ ہماری مرضی سے دی گئی تھی اور قطعاً ہمارے فنڈز کم نہیں کئے گئے اور اس دفعہ بھی پچاس لاکھ روپے پورے مل رہے ہیں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! میرا یہاں یہ کہنے کا مطلب نہیں تھا کہ یہ کسی کے فنڈز کم کرنے کی وجہ سے ہمیں یہ فنڈز دیئے۔ اقلیتوں کے لئے خصوصی عزت، احترام اور نرم گوشہ رکھنے کی بات کر رہا ہوں، ہماری تو ہر سطح پر انہوں نے مدد کی۔ جس مسئلے کے لئے بھی ہم وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے پاس گئے تو انہوں نے ہر وقت ہماری مدد کی ہے اور اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ ہمیں وہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے فنڈز کو کم کیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب والا! مسیحی ادارے واپس ہوئے جو کہ موجودہ حکومت کا ایک کارنامہ ہے لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسیحی عوام تو آپ کی خدمت کر رہے ہیں، وہ پاکستان کے بہترین شہری ہیں، عزت دار شہری ہیں اور پر امن شہری ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے لئے خواہ وہ فوج میں ہوں، سکولوں میں ہوں، خواہ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں اور نرسوں کی حیثیت سے کام کر رہے ہوں انہوں نے پاکستان کے استحکام، ترقی کے لئے ہر وہ قدم اٹھایا ہے جس کے لئے ان کی ضرورت تھی اور پاکستان کے عوام کو ضرورت ہے۔

جناب والا! تمام مسیحی ادارے واپس نہیں کئے گئے بلکہ کچھ ادارے رہ گئے ہیں۔ گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی ڈی نیشنلائزڈ کر دیں تاکہ ہم مسیحی بھی اپنے ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ ان اداروں کے واپس کرنے سے میں پنجاب کی حکومت کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے حکومت کو مالی فائدہ ہوگا اور اگر حکومت کو مالی فائدہ ہوگا تو اس سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مالی فائدہ، وہ رقم جو ان اداروں کو چلانے میں لگ رہی ہے، خرچ ہو رہی ہے وہ کسی اور طرف خرچ کی جا سکے گی۔ میں اقلیتوں کی طرف سے پاکستان اور خصوصاً پنجاب کی اقلیتوں کی طرف جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان، چودھری شجاعت حسین صدر پاکستان مسلم لیگ کی

پالیسیوں کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور ان کے ہر اس اقدام کی حمایت کرتا ہوں جو وہ ملکی ترقی اور استحکام کے لئے اٹھا رہے ہیں اور ایسے اقدامات کی واقعی ملک کو ضرورت ہے۔

پنجاب کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ پورے پنجاب میں ہماری میٹرک پی ٹی سی ٹیچرز بچیاں اور بچے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جی تو چاہتا تھا کہ میں کل اس پر بات کرتا جب وزیر تعلیم بیٹھے تھے اور ان کے گوش گزار کرتا لیکن اب بھی کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کے عوام کا مسئلہ ہے۔ میٹرک اور پی ٹی سی کی تعلیم تو وہ حاصل کر چکے ہیں لیکن اب وہ گھروں میں بیٹھ کر کیا کریں۔ انہیں مڈل یا ہائی سکولوں میں کلرکوں کی اسامیوں پر تعینات کیا جائے۔ وزیر تعلیم سے ایک اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن ریکروٹمنٹ کے لئے تو ایم اے، بی ایڈ، ایم ایس سی، بی ایڈ رکھا ہوا ہے وہ تو تھوڑے سے آ گئے کیونکہ تھوڑی نوکریاں تھیں لیکن وہ جنہوں نے بی ایس سی، بی ایڈ کیا ہوا ہے اور بی اے، بی ایڈ کیا ہوا ہے ان بیچاروں نے کیا بگاڑا ہوا ہے کہ انہیں آپ نے ملازمتیں نہیں دیں۔ ایم اے / ایم ایس سی، بی ایڈ کو تو دے دیں انہیں بھی دے دی جائیں۔ بی اے / بی ایس سی، بی ایڈ کو ہائی سکولوں میں لگایا جائے اور ایف ایس سی، سی ٹی اور ایف اے، سی ٹی کو مڈل سکولوں میں لگایا جائے اور جو ایم اے، ایم ایس سی ہیں ہمارے کئی ادارے خالی پڑے ہیں۔ میں اپنی تحصیل پسرور کے متعلق بتاتا ہوں کہ وہاں لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائی سکول اور ڈگری کالجوں میں بھی خالی اسامیاں ہیں۔ آپ ایسی حکمت عملی اختیار کریں اور ان اساتذہ اور لیکچرار کی اسامیوں کو پُر کریں جو ابھی تک بیچارے ایسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں تو انہیں ملازمتیں دینے کی وجہ سے ان اسامیوں کو پُر کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! 1987 میں ایک بورڈ بنا تھا وہاں پر اس وقت میں بھی as a lecturer in English appear ہوا تھا اور میں اس وقت ائر فورس میں وارنٹ آفیسر ایجوکیشن برانچ تھا اور لیکچرار کی ریکروٹمنٹ کے لئے ادھر آیا تھا۔ وہ بورڈ بنے تھے اور ان کی سلیکشن ہوئی تھی تو اسی قسم کے بورڈ بنائے جائیں تاکہ یہ بورڈ جلد از جلد لیکچرارز کو ریکروٹ کریں تاکہ بچوں اور بچیوں کو اس کا فائدہ ہو اور پبلک سروس کمیشن کی طرف نہ جانا پڑے۔

جناب سپیکر! پاکستان کے آئین کے مطابق ہر شہری آزاد ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی religion سے ہو وہ آزاد ہے یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے متعلق تو میری کوئی دو رائے نہیں لیکن میں آپ کے گوش گزار اتنا کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری بچیاں خواہ ان کا تعلق کسی ہندو، سکھ یا عیسائی

خاندان سے ہو، کوئی مسلم لڑکا اس کو بھگا کر لے جاتا ہے۔ پہلے تو اس کے ساتھ وہ بد فعلی کرتا ہے اور بعد میں وہ اس کو مسلم کر لیتا ہے۔ یہ اقلیتی عوام کے ساتھ زیادتی ہے اور میرے پاس ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے کئی cases آئے ہیں اس لئے مجھے آج یہ موقع ملا ہے کہ میں عوام کی یہ بات بھی کر سکوں۔ یہ ناروا سلوک بند کیا جائے اور اس زیادتی کو ختم کیا جائے۔ خواہ اس عورت کا کسی بھی علاقے سے تعلق ہے، کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہے، قابل احترام ہے۔ وہ ماں ہے، بیٹی ہے اور وہ بہن ہے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت: جناب سپیکر! ابھی معزز رکن نے بات کی ہے کہ ہماری مسیحی برادری میں سے کرسچئین لڑکیوں کو مسلمان لڑکے بھگا کر لے جاتے ہیں اور انہیں زبردستی مسلمان کرتے ہیں تو اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو بہت وسیع اور بہت ہی lenient ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی زبردستی کی اجازت نہیں ہے اور اگر کوئی لڑکی اپنی رضا سے کسی مسلمان لڑکے سے شادی کرتی ہے تو یہ بھی اہل کتاب ہیں، اسلام اس چیز کی اجازت دیتا ہے اور وہ اپنی مرضی اور رضا سے مسلمان ہوتی ہے اس میں کوئی زبردستی اور کوئی ناروا سلوک والی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، جوزف صاحب!

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! اسلام ایک بہترین مذہب ہے اور اس کے ماننے والے، میں سب کے لئے نہیں کہتا کہ وہ دوسری قوموں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے اگر 2/3 فیصد اس طرح کا بُرا سلوک کریں تو اس سے کس کی بدنامی ہوتی ہے؟ سب کی بدنامی ہوتی ہے۔ وہ لڑکا جس کے ساتھ اس لڑکی کا معاشقہ ہے drollery ہے تو وہ شادی سیدھا ماں باپ کے through کیوں نہیں کرتا۔ وہ بھگا کر کیوں لے جاتا ہے اور پھر وہ اس طرح کی بات کرتا ہے۔ یہ میرا مطلب ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! آرمی میں تو اقلیتوں کے لئے سیٹیں مختص کر دی گئی ہیں۔ میں یہ تجویز دیتا ہوں کہ جس طرح آرمی میں کوٹا ہے تو اسی طرح پولیس فورس میں بھی اقلیتوں کے لئے کوٹا ہونا چاہئے۔ باقی میں آخر میں وزیر قانون محمد بشارت راجہ کا شکر گزار ہوں کہ ہم اقلیتی لوگ جس کسی

بھی کام کے لئے ان کے پاس گئے انہوں نے وہ کام کیا میں خصوصی طور پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بہترین بجٹ 07-2006 پیش کرنے پر میں دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ افشاں فاروق صاحبہ!

جناب پرویز رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پرویز رفیق صاحب!

جناب پرویز رفیق: شکریہ۔جناب سپیکر! آپ نے مجھے موقع دیا۔ ہماری بہن نے کہا اصل میں جوزف صاحب explain نہیں کر سکے ہم being minority members اس چیز کے مخالف نہیں ہیں کہ کسی کو یہ آزادی نہیں ہے کہ وہ convert نہیں ہو سکتا ہم convertion کے خلاف نہیں ہے۔ جو جوزف صاحب بات کرنا چاہ رہے تھے وہ یہ تھی کہ ہم forceful convertion کے خلاف ہیں اور دوسری بات یہ کہ یہاں پر misuse of religion ہوتا ہے کہ لوگ اپنے مقاصد کے لئے لڑکیوں کو اغواء بھی کرتے ہیں، ریپ بھی کرتے ہیں اور جب ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں تو وہ سادہ سا جواب دیتے ہیں کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی ہے اور ہمارے پاس کوئی بھی قانونی پوزیشن نہیں ہوتی کہ ہم اپنی بچیوں کو، اپنی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو واپس لے سکیں اس لئے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب حکومت ایسی legislation کرے کہ اقلیتوں کی بچیاں یا مسلمانوں کی بچیاں ہم نے تو یہ campaign چلائی ہے کہ ماں بہن بیٹی سب کی سانجھی ہے اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی مذہب سے نہ آئے اور نہ جائے اور ہم تو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اسلام برابری کا حق دیتا ہے خواتین کو بھی اور مردوں کو بھی لیکن یہ تو ہے کہ مسلمان مرد تو غیر مسلم سے شادی کر سکتے ہیں لیکن دوسری طرف یہ دیکھا جائے کہ مسلم عورتیں غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتیں تو ہم تو اس چیز پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بھی equal right نہیں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ misuse of religion کو روکا جائے۔ صوبے میں اور ملک میں ایسی قانون سازی اور آئین سازی کی جائے جس سے تمام ملک کے شہریوں کی عزت کو تحفظ دیا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہمارے بھائیوں نے جو اعتراضات کئے ہیں یہ اتنا sensitive مسئلہ ہے اور ان کا اعتراض ہی بڑا بے جا ہے۔ یہ مذہب کا مسئلہ نہیں ہے ان کی لڑکیاں جو مسلمان لڑکوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں وہ مذہب کی بنیاد پر نہیں بھاگتیں وہ آوارگی کی بنیاد پر اور جو یہ میڈیا ہے اور اس میں جو کچھ دکھایا جا رہا ہے اس کی بنیاد پر بھاگتی ہیں۔ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ میں اپنے دفتر بیٹھا ہوا تھا ایک لڑکی میرے پاس آئی، میں اپنے بھائیوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کا اور کرسچئین کا مسئلہ نہیں ہے۔ وہ لڑکی کہنے لگی کہ میں نے نکاح پڑھانا ہے میں آپ کو وکیل کرنے آئی ہوں، میں وکیل بھی ہوں۔ میں نے کہا بی بی! میں اب وکالت نہیں کرتا مجھے تین سال ہو گئے ہیں میں نے وکالت چھوڑ دی ہے تو آپ کسی اور وکیل کو کر لیں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو وکیل کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا کہ مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلم ہوں اور میں شادی کرنا چاہتی ہوں تو میں نے کہا کہ جاؤ جا کر کرو شادی۔ اس نے کہا کہ میں ایک کرسچئین کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں اور وہ مسلمان ہو گیا ہے لہذا میں اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ مسلم کا ہے نہ کرسچئین کا ہے۔ پچھلے دنوں کی بات ہے سیالکوٹ کی بہت اچھی پروفیسر ہے اس کی بیٹی کرسچئین ہے وہ کسی مسلمان لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور میں خود وہاں پر اس بچی کو لینے گیا۔ میں نے کہا کہ تمہارے شریف والدین ہیں پڑھے لکھے والدین ہیں تم ان کے سر پر مٹی ڈال کر کیوں بھاگ گئی ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے واپس نہیں آنا ہے۔ میرے بھائی یہ مسئلہ مذہب کا نہیں ہے مسلم اور کرسچئین کا نہیں ہے یہ مسئلہ آوارگی کا ہے جو ہماری سوسائٹی میں آوارگی ہے اور جس کو حاکم دین جوزف صاحب! آپ پرویز مشرف صاحب کو کہہ رہے تھے یہ ساری ان کی پالیسیوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی سوسائٹی میں ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ ارشد محمود بگو صاحب کا پوائنٹ ٹھیک ہے۔ جی، محترمہ افشاں!

محترمہ افشاں فاروق: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے آج بجٹ پر بحث کرنے کا موقع دیا ہے۔ بجٹ دستاویز سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غریب آدمی کی جو معاشی حالت اور معاشرتی حالت ہے وہ بالکل درست ہو گئی ہے اور جو ہمارے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے میرے بھائی اور بہنیں ہیں انہوں نے بھی بجٹ کی تعریف میں زمین آسمان کی کلابیں ملا دی ہیں کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ غریب عوام کے سارے مسائل حل ہو گئے ہیں لیکن اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو غریب تو بے چارہ ویسے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہا ہے اگر حکومت کے اعداد و شمار پر یقین کر لیا جائے پھر تو یوں لگتا

ہے کہ اگر معاشی ترقی کی یہی رفتار رہی تو ہم بہت جلد چین سے بھی آگے نکل جائیں گے لیکن کیا کریں کہ کسی دانا کا قول ہے کہ آدھا سچ پورے جھوٹ سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت عوام کی حالت صرف بجٹ تقریر میں ہی بدلتی ہے حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ میرے بھائی وزیر خزانہ نے اتنی زبردست بجٹ تقریر پیش کی ہے تو اس سے بھی بہترین طریقے سے اس جھوٹ کے پلندے پر سے جو پردہ اٹھایا ہے وہ رانا ثناء اللہ صاحب نے اٹھایا ہے تو میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ کہوں گی کہ:

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے
تیرا کردار تو لگتا ہے مجھے آکاش کی طرح

یہ میں نے اپنے لیڈر کی شان میں کہا ہے اور انہوں نے واقعی اتنے زبردست طریقے سے جھوٹ کے پلندے پر سے پردہ اٹھایا ہے کہ جو ہمارے حکومتی بنچز پر بیٹھے ہوئے بہن بھائی ہیں اندر سے انہوں نے بھی ان کو داد دی ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت ہر وقت خوشحالی کا پرچار کرتی ہے کہ پنجاب میں بہت خوشحالی آگئی ہے۔ آج میں ان کو بتانا چاہتی ہوں کہ پنجاب میں کتنی خوشحالی آئی ہے اور میں اپنی حکومت سے یہ بھی پوچھنا چاہتی ہوں کہ خوشحالی ہے کہاں؟ روز بروز کھانے پینے کی اشیاء مہنگی ہوتی ہیں، قیمتیں بڑھتی ہے تو کیا یہ خوشحالی ہے؟ نوجوانوں کو روزگار نہیں ملتا وہ چوریاں ڈاکے مارتے ہیں کیا یہ خوشحالی ہے؟ ہمارے بہت سے نوجوان اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشیاں کرتے ہیں کیا یہ بھی خوشحالی ہے؟ میرا خیال ہے کہ ہماری حکومت کو یہ خوشحالی نظر آتی ہے اسی لئے ہماری حکومت کا سر تین سال میں فخر سے بلند ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! گزشتہ تین سالوں میں پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں 70 فیصد اضافہ ہوا ہے اسی طرح زندگی کے تمام شعبوں میں ٹرانسپورٹ سے لے کر ضروریات زندگی کی ہر چیز میں اضافہ ہوا ہے۔ ہماری حکومت نے یہ کہا ہے کہ ہم نے تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا ہے اور مہنگائی میں 100 فیصد اضافہ کیا ہے۔ یعنی ایک ملازم کی تنخواہ چار ہزار ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو ضروریات زندگی کی اشیاء ہیں ان کی قیمتوں میں کتنی کمی ہوئی ہے۔ کیا دال جو -/90 روپے کلو بک رہی ہے وہ -/30 روپے ہو گئی ہے؟ کیا گوشت جو -/300 روپے کلو بک رہا ہے وہ -/100 روپے ہو گیا ہے؟ دودھ جو -/40 روپے کلو بک رہا ہے وہ -/20 روپے پر آ گیا ہے؟ تو یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم نے

مہنگائی پر قابو پالیا ہے اور یہ عوام دوست بجٹ ہے، یہ غریب دوست بجٹ ہے، یہ عوام کی امنگوں پر پورا اترتا ہے۔ان کے نقطہ نظر سے تو اترتا ہو گا لیکن عوام کے نقطہ نظر سے پورا نہیں اترتا۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: محترمہ! ایک منٹ میں wind up کر لیں۔

محترمہ افشاں فاروق: جناب سپیکر! حکومت نے مہنگائی پر قابو پانے کے لئے یوٹیلٹی سٹوروں کا سہارا لیا ہے، وہ میں بھی جانتی ہوں، آپ بھی جانتے ہیں اور ہمارے وزراء بھی جانتے ہیں کہ یوٹیلٹی سٹوروں کا کیا حال ہے، یوٹیلٹی سٹوروں پر جو چیزیں ملتی ہیں ان کا معیار کیا ہے اور وہ کس طریقے سے ملتی ہیں؟ بے چارے عوام صبح سے دھوپ میں کھڑے رہتے ہیں اور شام تک ان کی باری آتی ہے تو اس وقت بھی یوٹیلٹی سٹور کا عملہ ان کو یہ کہتا ہے کہ پہلے پانچ کلو دال لو، دو کلو فلاں چیز لو پھر ایک کلو چینی ملے گی۔ یہ جو چینی کا بحران ہے یہ حکومت کا خود کا پیدا کردہ ہے اس لئے جو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے اس نے بھی اپنی رپورٹ میں یہی کہا ہے کہ ہمارے وزراء اور چند امراء جو ہماری حکومت کے رفقاء کار ہیں وہ اس بحران میں شامل ہیں لیکن ان کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی بلکہ انہیں آشیر باد دی گئی ہے، سزا تو صرف عوام کے لئے ہے کیونکہ وہ سادہ لوح ہیں، انہوں نے ان پر بھروسہ کیا ہے اس لئے اس چیز کی وہ سزا بھگت رہے ہیں۔ اگر یہی چینی کے بحران میں کوئی اپوزیشن کا ممبر پایا جاتا تو حکومت پھر اس پر ڈنڈے بھی برساتی، اس پر جھوٹے کیس بھی بنواتی اور اسے نیب کے حوالے کر دیتی۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ افشاں فاروق: جناب سپیکر! میری کچھ باتیں اور ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹے کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد 1 بج کر 38 منٹ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب کارروائی کا آغاز کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے مقرر رانا قاسم نون صاحب!

وزیرزرعی مارکیٹنگ:جناب سپیکر!بجٹ کے حوالے سے اسaugust Houseمیں Southern Punjabکے بارے میں بڑے خدشات کااظہار کیاگیا۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شومئی قسمت کہیے یاپھر حالات کی ستم ظریفی کہ Southern Punjabکے بارے میں بولنے والے یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اس سے پہلے جنوبی پنجاب سے بہت سارے وزرائے اعلیٰ آئے، بہت سارے گورنر آئے، بہت سارے اعلیٰ منصب پر فائزلوگ آئے لیکن جنوبی پنجاب کے بارے میں عملی طور پرانہوں نے کچھ نہیں کیا۔

جناب سپیکر!پسماندگی، غربت، جہالت، بے روزگاری، یہ ایسے آسیب ہیں کہ جو ہمیں ورثے میں ملے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر پچھلے ادوار میں جو وزرائے اعلیٰ گزرے یااعلیٰ منصب پر جو لوگ فائز رہے، کسی بھی پارٹی سے ان کا تعلق تھا تو انہوں نے غربت، پسماندگی، جہالت اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے کوئی عملی اقدامات نہیں کئے انہوں نے صرف ایڈہاک ازم پر اپنی حکومتیں چلائیں۔آج جب ہم یہ دیکھتے ہیں تواس میں ہمیں ایک کردار سب سے واضح نظر آتا ہے جو قابل افسوسناک ہے۔ کالا باغ ڈیم بن جاتا توآج پنجاب میں غربت نہ ہوتی۔ کالا باغ ڈیم بننے سے ساؤتھ پنجاب کی محرومی ختم ہوتی۔کالاباغ ڈیم بننے سے بجلی-/7روپے یونٹ سے ایک روپیہ یونٹ آتی۔22لاکھ ایکڑ زرعی رقبہ زیرآب آتااوراسی طرح بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا، خوشحالی آتی اور پھر ہم کہتے ہیں جنوبی پنجاب کے مسائل کا حل ہے لیکن افسوسناک پہلو یہ ہے کہ تین دفعہ پنجاب کے عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کو ووٹ دیا۔ پنجاب کے غیرت مند عوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کوتین دفعہ وزارت عظمٰی کے عہدے پر فائز کیالیکن آج پاکستان پیپلز پارٹی کالاباغ ڈیم کےissueپر پنجاب کے عوام کی خوشحالی اور ان کی بہتری کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم ان کے اس رویے کی مذمت کرتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد:پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No point of order is allowed during the speech.

وزیر زرعی مارکیٹنگ:جناب سپیکر!پاکستان پیپلز پارٹی نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کر کے ریجنل پارٹی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم پاکستان پیپلز پارٹی کے اس دو رخہ پن کی مذمت کرتے ہیں۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر:.I will not allow any point of order آپ پلیز بیٹھئے۔

(قطع کلامیاں)

No cross talk, no point of order during the speech.

بعد میں، میں آپ کو موقع دوں گا۔آپ بے شک بولیں۔

چوہدری عبدالغفور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں پوائنٹ آف آرڈر میں ٹائم نہیں ضائع کرنا چاہتا۔ سب نے بولنا ہے۔آپ اتنا ٹائم ضائع کر رہے ہیں۔آپ بیٹھئے، آپ سب کو موقع ملے گا۔آپ اپنی باری پر بات کر سکتے ہیں۔جی، قاسم نون صاحب! آپ جاری رکھیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! ہم سمجھتے ہیں کہ آنے والے وقتوں میں جب الیکشن ہوں گے تو پنجاب کے عوام یہ اپنا قرض اتار دیں گے۔

جناب سپیکر! کل یہاں ہمارے ایک محترم ممبر ڈاکٹر جاوید صدیقی نے data based گفتگو کر کے جنوبی پنجاب کی محرومی، پسماندگی اور نہ جانے کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ جب یہ اقتدار میں ہوتے ہیں تو جنوبی پنجاب ٹھیک ہوتا ہے، وہاں غریب امیر ہو جاتا ہے، فصلیں زیادہ پیداوار دیتی ہیں، ٹیلوں پر پانی پہنچتا ہے، رقبے آباد ہو جاتے ہیں لیکن جب یہ اقتدار میں نہیں ہوتے تو پھر ان کو ہر چیز موہنجوداڑو نظر آتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس ایوان میں مختلف sectoral programmes کے حوالے سے 05-2004 اور 06-2005 میں جنوبی پنجاب میں جو development ہوئی اس کے بارے میں، میں اتنا عرض کروں گا کہ ہم سب سے پہلے ہیلتھ سیکٹر لیتے ہیں۔اس میں ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام ہے جو ایک ارب روپے کی مالیت کا منصوبہ ہے۔

Project was originally approved in 2004-05 and implementation period is 3 year.

اس کی progress یہ ہے کہ یہ انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی 210 beds پر مشتمل ہے اور اس کے شعبہ ایمرجنسی میں 100 to 200 cardiac and 500 patients in OPD کو روزانہ بھگتایا جائے گا اور اس میں OPD has already been completed and it is functional. Similarly, work on main hospital building and

doctors' hostel is in progress. پھر اس کے بعد جنوبی پنجاب کا سب سے بڑا مسئلہ آتا ہے کہ کوئی عورت چولہے سے جل جاتی ہے یا کوئی burn ہو جاتی ہیں تو پھر Burn Unit کے لئے فیصل آباد، کھاریاں یا پنڈی کی طرف جانا پڑتا تھا تو 23 کروڑ کی لاگت سے Worthy Chief Minister Punjab نے نشتر ہسپتال ملتان میں Burn Care Centre کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ پھر آگے چلتے ہیں Kidney Plantation Dialasis Unit in BV Hospital Bahawalpur

جناب سپیکر! ہمارے ہاں دیہاتوں میں brakish water ہے۔ پینے کا صاف پانی نہیں ہے یہ عرصہ دراز سے problem ہے جو یہ حکومت resolve کر رہی ہے تو اس سے ہمارے ہاں تونسہ، ڈی جی خان، بہاولپور، ملتان میں kidney patients بہت زیادہ ہیں تو یہ credit بھی موجودہ وزیراعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے کہ Kidney Dialasis Centre کا قیام جنوبی پنجاب بہاولپور میں لایا گیا ہے۔ اس کے بعد ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال لودھراں، وومن ہیلتھ پراجیکٹس، similarly ہیلتھ پراجیکٹ کے حوالے سے re-productive health projects, Cardialogy and Cardiac Surgery Block in BV Hospital, Bahawalpur, extention of 150 beds in Children Hospital Complex, Multan. ساتھ ہی نرسنگ ہسپتال، ڈینٹل کالج، نرسنگ کالج اور پھر جب ہم جنوبی پنجاب ڈویلپمنٹ سروسز پراجیکٹ کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو وہ آپ کو بھی پتا ہے کہ اس سے پہلے کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی، آج 13 اضلاع اور 21 تحصیلوں میں 7.5 ارب روپے کے حوالے سے sanitation, severage, water supply, filteration plan and civic facilities are being provided. یہ credit بھی حکومت پنجاب کو جاتا ہے۔ اگر میں روڈز گنوں تو شاید ایوان کا وقت اتنا نہیں ہو گا لیکن آپ یہ یقین رکھیں کہ:

Winding improvement of Shahi Road from Chani Goth, Channi Goth to Jaid Bhutta.

یہ 53 کلومیٹر ایک روڈ ہے۔ یہ 100/100 کلومیٹر، 200/200 کلومیٹر، 60/60 کلومیٹر کے روڈز winding improvement کے حوالے سے بھی جنوبی پنجاب میں بنائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اربن ڈویلپمنٹ سیکٹر میں جائیں تو اس میں بھی بے انتہا فنڈز provide کئے گئے ہیں۔ کچی آبادیوں کے حوالے سے بھی بلین روپے کے پراجیکٹ یہ اس وقت وہاں پر کام

ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! Low Income Housing Schemes کے حوالے سے خانیوال، لیہ، ساہیوال، جلال پور پیر والا، لودھراں، یہ بھی جنوبی پنجاب کے حصے ہیں۔

پنجاب ایمر جنسی سروسز کے حوالے سے دیکھیں تو آج پنجاب میں جتنی major cities ہیں ملتان، بہاولپور، ڈی جی خان میں پنجاب ایمر جنسی سروسز کا آغاز ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! similarly land revenue کے حوالے سے ڈسٹرکٹ رحیم یار خان میں کام ہو رہا ہے۔ اسی طرح جب ہم کمپیوٹرائزیشن کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو پھر ہمیں ٹیوٹا پر جانا چاہئے۔ اس میں پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ترنڈہ محمد پناہ رحیم یار خان 150 ملین روپے کی لاگت سے بن رہا ہے۔ گورنمنٹ آف پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ راجن پور میں بن رہا ہے جو غالباً آپ کا بھی حلقہ ہے۔ similarly گورنمنٹ وومن پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ ساہیوال میں بن رہا ہے اس کی لاگت بھی 100 ملین روپے ہے۔ گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ کوٹ ادو میں بن رہا ہے اس کی 172.77 ملین روپے لاگت ہے۔ اسٹیبلشمنٹ آف گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ فار وومن لیہ میں بن رہا ہے۔ یہ وہ data ہے جو اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ جنوبی پنجاب میں ترقی کا پہیہ آگے لے جانے میں موجودہ حکومت کا مرکزی رول ہے۔ اسی طرح چیف منسٹر accelerated programme کی طرف جائیں تو اس میں بلین روپے کے پراجیکٹس وہاں پر گئے ہیں۔ اریگیشن سیکٹر کو دیکھ لیں، ایجوکیشن کو دیکھ لیں اور باقی معاملات کو دیکھ لیں۔

جناب سپیکر! میں تھوڑی دیر میں آپ کو ایک data پیش کروں گا، اگر ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب یہاں پر تشریف رکھتے تو یہ بہت بہتر ہوتا اور ان کی عقل درست ہو جاتی تو اس میں جنوبی پنجاب کے 13 اضلاع ہیں جس میں ملتان، ساہیوال، وہاڑی، خانیوال، پاکپتن، لودھراں، ڈی جی خان، مظفر گڑھ، لیہ، راجن پور، بہاولپور، بہاولنگر، رحیم یار خان۔

جناب سپیکر! 05-2004 میں 14۔ارب روپے جنوبی پنجاب کو دیئے گئے۔ 06-2005 میں 19۔ارب روپے جنوبی پنجاب کے پراجیکٹس کے لئے رکھے گئے۔ 07-2006 کے اس بجٹ میں 18۔ارب روپے جنوبی پنجاب کی ڈویلپمنٹ کے حوالے سے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح اس میں یہ دیکھیں کہ 39.11 فیصد 35 فیصد آبادی کی بنیاد پر این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے بجٹ دیا گیا ہے۔ 06-2005 میں 35.92 فیصد بجٹ رکھا گیا اور آج 07-2006 کے میزانیہ میں

36.90فیصد کے حوالے سے یہ بجٹ رکھا گیا۔ اس کے علاوہ29۔ارب روپے چیف منسٹر کے پروگرام میں شامل ہیں جن میں ہمارے ساتھیوں کی سکیمیں آئیں گی اور پھر ڈویلپمنٹ کا کام ہوگا۔

جناب سپیکر! میری استدعا یہ ہے کہ اسexploitationکو ختم کریں۔ ہمیں مضبوط پنجاب چاہئے۔ محفوظ پاکستان چاہئے اور اس کے لئے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آج پاکستان کو جو اندرونی اور بیرونی سازشوں کا سامنا ہے۔ اس میں ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ پاکستان کی مضبوطی اندرونی سلامتی اور سیاسی استحکام اور معاشی استحکام کے لئے ایک سسٹم کی ضرورت ہے اور وہ پاکستان مسلم لیگ کی مضبوطی ہے۔ اس کا قیام1906 میں عمل میں آیا۔ قیام مسلم لیگ سے لے کر تحریک پاکستان تک، تحریک پاکستان سے لے کر تخلیق پاکستان تک اور پھر تخلیق پاکستان سے لے کر استحکام پاکستان تک پاکستان مسلم لیگ کا مضبوط ہونا انتہائی ضروری ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ آئندہ آنے والے وقتوں میں بھی انشاء اللہ العزیز جنرل پرویز مشرف کا وردی میں رہنا پاکستان کی سلامتی، وجود، قومی یکجہتی اور یگانگت کے لئے ضروری ہے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ خالدہ منصور صاحبہ!

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! یہاں پر جو ناانصافی ہوئی ہے۔ میں اس کی نشاندہی ضرور کرنا چاہوں گی۔ کل جب آپ نے ہاؤس ملتوی کیا تو اس وقت جو مقررر رہ گئے تھے ان کے نام آپ نے بولے تھے۔ ان میں میرا نام بھی تھا لیکن آج صبح سے جو لسٹ چل رہی تھی، وہ کس نے تبدیل کی ہے؟ اس لئے جو کل کے مقرر تھے ان کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ میں اس پر احتجاج کرتی ہوں۔ ہر سال کی طرح ایک روایتی بجٹ بیوروکریسی کا بنایا ہوا ہے۔ یہ بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے جو اس ہاؤس میں پیش کیا گیا ہے۔ بجٹ ہر سال امیروں کو دولت اور خوشحالی کی نوید دیتا ہے اور غریبوں کے لئے سوائے صبر کے کڑوے گھونٹ کے کچھ بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا کہ اس بجٹ میں غریبوں کے لئے آسانیاں اور سہولتیں دی گئی ہیں لیکن اگر بجٹ کو صحیح طریقے سے پڑھا جائے تو میرا خیال نہیں کہ جس کی نشاندہی جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے کی ہے وہ اس بجٹ میں کہیں نظر آتی ہو۔ ہر حکومت کی بجٹ بناتے وقت کچھ ترجیحات ہوتی ہیں۔ اگر جمہوری حکومت ہو تو اس کی ترجیحات میں عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبے، ایسے پروگرام، ایسے محکمے شامل ہوتے ہیں جس سے عوام کو سہولت ہوتی ہے۔ اس کو زیادہ بجٹ دیا جائے۔ اس بجٹ میں جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ

صرف پولیس کا محکمہ ہے۔ جس کو سب محکموں سے زیادہ بجٹ دیا گیا ہے۔اس سے احساس یہ ہوتا ہے کہ یا تو پنجاب حکومت یہاں پر پولیس سٹیٹ بنانا چاہتی ہے یا پھر آئندہ آنے والے انتخاب میں پولیس کے ذریعے الیکشن جیتنا چاہتی ہے۔اگر ہم پنجاب کے امن وامان کا جائزہ لیں تو ہم سب کو یہ علم ہے کہ پچھلے سال جو بجٹ پولیس پر خرچ کیا گیا تو عوام کو اس سے کیا فائدہ ہوا۔کیا جرائم کی شرح کم ہوئی، کیا لوگوں کا جان و مال محفوظ ہوا، کیا ڈاکے، چوریاں اور قتل کم ہوئے، کیا عورتوں کے اغواء اور عورتوں سے زیادتی کے کیس کم ہوئے؟ایک سروے کے مطابق پچھلا سال سب سے بُرا سال اس حوالے سے تھا کہ جرائم کی شرح دو سو فیصد تک بڑھ گئی۔کیا یہ چیز صحیح ہے کہ پولیس کو اتنی مراعات دی جائیں، اتنی سہولتیں دی جائیں اور اس کے بعد بھی عوام کا یہ حال ہو؟ میں نے یہ دیکھا ہے کہ غریب لوگ ایف آئی آر درج کرانے کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ان سے رشوت مانگی جاتی ہے۔ میں یہاں فیصل آباد کی ایک بچی حرا کا ذکر کرتی ہوں کہ جب اس کا والد اس کی میڈیکل رپورٹ ایس ایچ او کے پاس لے کر گیا تو اس ایس ایچ او نے کہا کہ مجھے دو ہزار روپیہ دو۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے۔اس غریب آدمی کے پاس صرف دو سو روپیہ تھا۔ کیا یہ جائز ہے کہ ایسی پولیس کو اتنی مراعات دی جائیں، اتنی آسانیاں دی جائیں، اتنی رعائتیں دی جائیں تاکہ عوام کا خون نچوڑیں۔اگر یہ سب کچھ پولیس کو دینا ہے تو پھر ان کا قبلہ درست کرنا پڑے گا۔حکومت کو چاہئے کہ پولیس کو وہ تمام مراعات اس وقت دیں جب وہ عوام کے لئے بہتر ہوں اور اس ملک کا امن وامان بحال ہو۔

جناب والا! میں ایک اور اہم محکمے کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گی جو کہ محکمہ صحت ہے۔ آٹھ کروڑ عوام کی صحت کے لئے 4۔ارب 30 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ پنجاب کی اس آبادی میں 49 فیصد خواتین بھی شامل ہیں۔اگر ہم جائزہ لیں تو اس میں 70 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔اگر ہم یہ دیکھیں کہ دیہی علاقوں میں ہم کیا سہولتیں غریب عوام کو دے رہے ہیں کہ جن کے پاس ذرائع آمدورفت ہیں، نہ ہسپتال کی سہولت ہے اور جو بی ایچ یو بنائے گئے ہیں وہ ان کے گھروں سے اتنے فاصلے پر ہیں کہ غریب عورتیں وہاں پر جا سکتی ہیں اور نہ پہنچ سکتی ہیں۔

جناب والا! میں آپ کو ایک ratio بتانا چاہوں گی کہ پاکستان میں زچگی کے دوران ایک ہزار میں سے 25 خواتین مر جاتی ہیں اور ایک ہزار میں سے 80 بچے مر جاتے ہیں۔یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورتوں میں خون کی کمی کی وجہ سے low birth babies پیدا ہوتے ہیں۔کیا ان اعداد و شمار سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اپنی خواتین کو صحت کی سہولتیں دے سکتے ہیں؟

جناب والا! حکومت کی priorities جو نظر آتی ہیں وہ بڑے بڑے ہسپتالوں، کارڈیالوجی سنٹرز کے لئے نظر آتی ہیں۔ میں اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ ہمیں ان کی بھی ضرورت ہے لیکن ان غریب عوام کو بھی دیکھیں جو دیہی علاقوں میں رہ رہے ہیں کہ جن کے پاس کوئی سہولت نہیں ہے۔ ہمیں caring preventive centres کی ضرورت ہے جہاں پر دیہی علاقوں کی خواتین کا پہنچنا آسان ہو۔ آپ کے جو سنٹرز ہیں، ان میں دوائیاں ہیں، کوئی عملہ صحیح ہے اور نہ ہی عورتوں کو وہاں سہولت ملتی ہے۔ یہاں پر وزیر صحت موجود نہیں ہیں۔ میں ایک اہم معاملے کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ آج سے کچھ سال پہلے دیہی علاقوں میں دائیوں کا ٹریننگ پروگرام تحصیل ہیڈ کوارٹرز میں ہوا کرتا تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہماری ستر فیصد خواتین دائیوں پر زیادہ انحصار کرتی ہیں کیونکہ وہ approachable ہوتی ہیں۔ اب یہ ہو رہا ہے کہ untrained دائیوں کے ہتھے جو خواتین چڑھ جاتی ہیں جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ میری وزیر صحت سے یہ گزارش ہے کہ پنجاب کی دیہی علاقوں کی خواتین کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے دائیوں کے ٹریننگ پروگرام تحصیل ہیڈ کوارٹرز میں دوبارہ سے شروع کئے جائیں اور جو دائیاں پہلے سے trained ہیں ان کے refresher کورس ہوں تاکہ وہ خواتین کے کام آسکیں۔

جناب والا! ہمارا سب سے اہم مسئلہ زراعت کا ہے۔ کہتے ہیں کہ پاکستان کی خوشحالی زراعت کی وجہ سے ہے لیکن اگر ہم دیکھیں تو زراعت میں ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ بیج اور جدید ٹیکنالوجی کی اس وقت زراعت کی اہم ضرورت ہے لیکن ہم وہ نہیں کر سکے۔ ایسے اداروں کی ضرورت ہے جہاں پر جدید ٹیکنالوجی روشناس کرائی جائے، ایسے بیج پیدا کئے جائیں جس سے فصل زیادہ ہو اور کسانوں کو اس میں سہولت دی جائے۔ ہم وہ چیزیں بھارت سے منگوا رہے ہیں جو ہمارے پاکستان میں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اپنے کسانوں کو مراعات اور سہولتیں دیں تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمارا کسان زیادہ خوشحال ہو؟ جو چیزیں آپ باہر سے منگواتے ہیں وہی قیمت اگر اپنے کسان کو دیں تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا کسان خوشحال ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! ذرا مختصر کریں اور ایک منٹ میں وائنڈ اپ کرنے کی کوشش کریں۔

محترمہ خالدہ منصور: میں دو منٹ میں وائنڈ اپ کرتی ہوں۔ اگر ان چیزوں کی وہی قیمت اپنے کسانوں کو دیں تو میرا خیال ہے کہ پاکستانی کسان زیادہ خوشحال ہو گا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! مجھے سپیکر صاحب نے کہا تھا کہ وقفہ کے بعد آپ کو ٹائم دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن آپ کا تو نام ہی نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! مجھے سپیکر صاحب نے اسی کرسی پر بیٹھ کر کہا تھا کہ نماز کے بعد آپ کو ٹائم مل جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو لسٹ کل سے چل رہی ہے پہلے ان کو ٹائم دوں گا پھر بعد میں آپ کو دوں گا۔ یہ تو پھر زیادتی ہو گی کہ جو آدمی کل کی لسٹ میں ہیں انہیں ٹائم نہ دوں اور جو آج آئے ہیں ان کو ٹائم دے دوں یہ تو مناسب نہیں ہے۔ آپ کل موجود نہیں تھے۔ جو کل سے بیٹھے ہیں پہلے ان کو ٹائم دوں گا پھر آپ کو بھی ٹائم دوں گا۔

راجہ ریاض احمد: لیکن جناب سپیکر! وقفے کے بعد مجھے ٹائم ملنا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب میں نے آپ کا ٹائم لکھ لیا ہے انشاء اللہ آپ کو بھی ٹائم دیں گے۔ یہ سپیکر صاحب کی لسٹ میرے سامنے موجود ہے اس میں آپ کا نام نہیں ہے لیکن اب ٹائم ملے گا۔ جی، محترمہ!

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ذکر کر رہی تھی کہ فیصل آباد میں ایک ادارہ ایوب ریسرچ جس کا کام ہی ایگریکلچر پر ریسرچ کرنا ہے، نئے نئے بیج متعارف کرانے ہیں لیکن آج کل وہ ادارہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ میری منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ اس ادارے کو دوبارہ سے ctive کیا جائے اس کو زیادہ فنڈز دیئے جائیں تاکہ وہ اپنا ریسرچ کا کام شروع کر سکے۔ میں یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ جنوبی پنجاب میں اسی طرح کے ریسرچ ادارے بنانے کی بے حد ضرورت ہے اور گوشت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کیٹل فارمنگ سکیموں کو بھی روشناس کرانا چاہئے تاکہ ہمارے ہاں گوشت کی کمی پوری ہو سکے۔ صرف ایگریکلچر میں جو کمی محسوس ہوتی ہے وہ ناقص پلاننگ کی ہے ورنہ پنجاب کو تو اناج کا گھر کہا جاتا ہے اور حکومت کا یہ فرض ہے کہ ایگریکلچر میں ایسی منصوبہ بندی کریں کہ ہم اب خود کفیل ہو جائیں اور اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے کہنا چاہوں گی کہ حکومت پنجاب کا "پڑھا لکھا پنجاب" کا نعرہ ہے لیکن میں افسوس کے ساتھ کہنا چاہوں گی کہ ابھی پچھلے دنوں جب ایف ایس سی کے پیپر ہو رہے تھے تو ایک والد نے "نوائے وقت" میں اپیل کی کہ یہاں 60 بچے لاہور کے ایک سنٹر میں

امتحان دے رہے تھے اور وہاں صرف تین پنکھے تھے۔ دو پنکھے چل رہے تھے اور ایک خراب تھا اور جو چل رہے تھے وہ بھی رینگ رہے تھے۔ یہ ہمارا "پڑھا لکھا پنجاب" کا حال ہے۔ دوسرا سب سے بڑا ظلم جس کی میں نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ ابھی پچھلے دنوں حکومت نے ایجوکیٹرز بھرتی کئے ہیں جو بی۔ایڈ ہیں اور بعض خواتین ایم۔ایڈ بھی ہیں ان کی تنخواہ صرف -/4250 روپے ہے۔ پولیس کے اہلکار اور سپاہی کی تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ! تشریف رکھیں۔ اگلی سپیکر محترمہ مصباح کوکب صاحبہ ہیں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے ہمیں چوتھے مالی سال کا بجٹ پیش کرنے کا موقع دیا۔ جس طرح منسٹر فنانس خوبصورت ہیں اسی طرح بجٹ بھی بہت خوبصورت ہے۔ اگر وسائل اور مسائل کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ بجٹ بڑا آئیڈیل اور خوش آئند ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وزیراعلیٰ پنجاب نے عوام کی تنخواہوں کو دیکھ کر ان کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو محسوس کرتے ہوئے بجٹ بنایا ہے۔ یہ بجٹ ٹیکس فری ہے، کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا اور نہ ہی بڑھایا گیا ہے بلکہ پچھلی حکومتوں کے لگائے گئے اور پھر بڑھائے گئے رجسٹریشن ایکٹ اور کورٹ فیسز ایکٹ میں کمی کی ہے کیونکہ اس سے پبلک میں بڑی complication پیدا ہو رہی تھیں۔ رجسٹریشن نہ کروانے کی وجہ سے کورٹ فیس کے پیسے زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگ agreement to sell پر base کرتے تھے جو صرف تین سال تک بیچنے والے کو پابند کرتا تھا کہ وہ رجسٹری کروا کر دے گا۔ اگر وہ رجسٹری نہیں کرواتا تھا تو تین سال کے بعد full payment کرنے والا حقوق ملکیت سے محروم ہو جاتا تھا جس سے گروپ مافیا بھی پروموٹ ہو رہا تھا۔ آج قبضہ گروپ مافیا کو discourage کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا میں سمجھتی ہوں کہ پولیس کے بجٹ فنڈ میں جو اضافہ کیا گیا ہے وہ بڑا خوش آئند ہے کیونکہ تھانوں میں سٹیشنری کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا، ملزمان کو عدالتوں میں لانے اور لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹیشن کا کوئی صحیح انتظام نہیں تھا۔ white-collar crime کو کنٹرول کرنے کے لئے مار مار کر منانے والوں کا کوئی صحیح طریقہ نہیں تھا اس کے لئے ہمیں جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت تھی اور جدید ہتھیار اور ٹیکنالوجی فنڈز کے بغیر نہیں آ سکتی تھی یہ فنڈز جو بڑھائے گئے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ بہت ضروری تھے۔ اب میں پولیس سے بھی توقع کروں گی

کہ وہ عوام کے ساتھ تحکمانہ انداز کی بجائے عوامی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ حکومتی ممبرز جو ملزمان کو defend کرتے تھے، پولیس پر دباؤ ڈالتے تھے اب ان سے بھی توقع کروں گی کہ وہ پولیس پر دباؤ ڈال کر ملزموں کو defend نہیں کریں گے۔ پولیس کے اندر پولیس والے جو قبضہ مافیا گروپ کو defend کر رہے تھے جو کارچوروں کی سرپرستی کر رہے تھے اگر وہ سرپرستی کریں گے تو ان کے خلاف بھی سخت ترین کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! تعلیم کا جو بجٹ بڑھایا گیا ہے وہ بہت ضروری تھا کیونکہ ایجوکیشن کے بغیر تعلیم حاصل کئے بغیر کوئی بھی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ ہم قطعاً نہیں سوچ سکتے کہ ہم تعلیم حاصل کئے بغیر ایک قدم بھی آگے بڑھیں لیکن اس سے پہلے والی حکومتیں تعلیم کو ignore کرتی رہی ہیں۔ بہت سارے سکولوں میں لائبریری کا کوئی تصور ہی نہیں تھا بلکہ پچھلے دنوں میں اپنے حلقہ شاہدرہ میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول شاہدرہ ٹاؤن میں گئی وہاں پتا چلا کہ اس شاہدرہ ہائی سکول کی 1935 میں بنیاد رکھی گئی تھی لیکن ابھی تک اس سکول میں کوئی لائبریری نہیں بنائی گئی تھی۔ میں نے اسی دن اپنی جیب سے بیس ہزار روپے کی کتابیں لے کر اس لائبریری کی بنیاد رکھی۔ یہ ہماری گورنمنٹ نے بہت اچھا کیا ہے کہ جس نے لائبریریاں بنانے کے لئے فنڈز رکھے ہیں۔ ایک مغربی سکالر پروفیسر Philip K. Hissy نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ اس زمانے میں جبکہ عرب علماء استنغ کا مطالعہ کر رہے تھے اس وقت کتبہ کے ایک شہر میں بہت ساری لائبریریاں تھیں اور ان میں سے ایک لائبریری میں 70 لاکھ کے قریب کتابیں تھیں لیکن افسوس کہ ہم لوگ ایجوکیشن سے دور ہوتے گئے۔ آج مغرب جس کی ہم تقلید کر رہے ہیں ہمارے آباؤ اجداد سے ہی انہوں نے علم حاصل کیا تھا لیکن ان کو علم دے کر ہم خود علم سے دور ہوتے گئے۔ علامہ اقبال کو بھی جس چیز کا سب سے زیادہ دکھ تھا وہ علم کی دوری ہی تھی۔

جناب سپیکر! سپیشل ایجوکیشن جس پر کسی بھی حکومت نے توجہ نہیں دی تھی بلکہ سپیشل بچوں کو چھپا چھپا کر رکھا جاتا تھا کہ یہ باہر آئیں گے تو لوگ کیا دیکھیں گے، کیا کہیں گے کہ ان کا بچہ سپیشل ہے۔ ہماری حکومت نے سپیشل ایجوکیشن پر بڑی توجہ دی بلکہ اب تو جرمنی اور فرانس نے بھی وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کے سپیشل ایجوکیشن پروگرام کو رول ماڈل تسلیم کرتے ہوئے انہیں adopt کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہماری حکومت ٹیکنیکل ایجوکیشن کو بھیpromoteکر رہی ہے کیونکہ ہمارے نوجوانوں میں یہی صلاحیت اور مہارت دنیا بھر میں تسلیم کی جاتی ہے۔ اس وقت ہمارے نوجوان لیبیا اور سعودی عرب میں ریلوے لائن بچھا رہے ہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کو ٹیکنیکل ایجوکیشن کی تعلیم دینی چاہئے۔ ہمارے ہاں لڑکیوں کے ٹیکنیکل کالجز بنانے کی بھی بہت ضرورت ہے اس لئے میری وزیر خزانہ سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس تجویز کو نوٹ فرمالیں۔

جناب سپیکر! ہیلتھ کے حوالے سے اگر میں بات کروں تو میں اپنی ایمرجنسی سروس 1122 کا ذکر نہ کروں تو بہت بڑی زیادتی ہو گی۔ یہ پہلی دفعہ ہماری حکومت نے 1122 ایمرجنسی سروس کا آغاز کیا ہے جس کا بہت اچھاresponseملا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی مثال دوں کہ ڈیفنس میں ایچ کریم بخش میں ایک عورت شاپنگ کے دوران گر گئی۔ میں نے اسی وقت 1122 پر کال کی اور سات منٹ کے اندر اس سروس کی ایمبولینس پہنچ چکی تھی۔ اس عورت کے گھر والے بعد میں پہنچے تھے لیکن ایمرجنسی سروس پہلے مہیا ہو گئی تھی۔access to justiceپروگرام کے تحت جوڈیشری میں جو فنڈز رکھے گئے ہیں۔ پہلے تو جوڈیشری کوignoreکیا جاتا تھا کیونکہ جوڈیشری جس نے انصاف مہیا کرنا تھا اس کے ساتھ خود ہی انصاف نہیں ہوتا تھا۔ اگر ایک جج لاہور میں ٹرانسفر ہو کر آتا تھا اس کے پاس پہلے رہائش کا مسئلہ ہوتا تھا۔ وہ اپنی تنخواہ کو مدنظر رکھ کر پہلے کرائے پر گھر ڈھونڈتا تھا اگر بڑی مشکل سے چھ ماہ کے اندر اسے کرائے پر رہائش مل جاتی تو پھر اس کو ٹرانسپورٹ کا مسئلہ ہوتا تھا۔ جب وہ عدالت میں آتا تھا تو اس کے پاس عدالت ہی نہیں ہے کہ جہاں بیٹھ کر وہ کام کرے۔ اہلمد کے چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جہاں پر ہمارے ججز بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کوئی عدالت ہی نہیں ہے کہ جہاں پر بیٹھ کر انصاف کرنا ہے۔ انصاف کرنے والوں کے ساتھ تو خود انصاف نہیں ہو رہا تھا وہ انصاف کیسے کرتے تو ہماری حکومت نےaccess to justiceپروگرام کے تحت جو فنڈز رکھے ہیں ان کا بڑا قابل فخر کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر! جیل ریفارمز بڑا اچھا قدم ہے۔ جیل میں قیدیوں کو ہنر سکھائے جا رہے ہیں۔ ہنر سکھانے کے بعد ان کو کام دیا جاتا ہے اس کام سے جو منافع ہوتا ہے اس میں سے ان کو حصہ دیا جاتا ہے اس طرح جب وہ جیل سے باہر آتے ہیں تو وہ اس جرم کوrepeatنہیں کرتے کیونکہ ان کے ہاتھ میں ہنر ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: براہ مہربانی! wind up کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آج چونکہ بحث کا آخری دن تھا اور آپ تمام لوگوں کو صبح سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کا موقع دے رہے تھے جو کہ آج نہیں دینا چاہئے تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں کسی کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کا موقع نہیں دے رہا۔ میرے پاس ایک لمبی لسٹ ہے اس لئے جلدی ختم کرنے کی کوشش کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کم از کم مزدوری جو کہ تین ہزار سے چار ہزار کر دی گئی ہے جس کا اعلان 13۔اگست کو ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے کیا تھا۔ یہ قابل فخر کارنامہ ہے اس سے مزدوروں کا استحصال نہیں ہو سکے گا۔

جناب سپیکر! صدر پرویز مشرف نے عورت کے حوالے سے کئی غلط نظریات، خدشات تھے ان کا خاتمہ کیا، عورت کو ترقی کے دھارے میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ اس کو عملی طور پر بھی کر کے دکھا دیا۔ آج میں اور میری بہنیں اس طرف اور اس طرف بیٹھی ہوئی آج صدر پاکستان پرویز مشرف کی ہی وجہ سے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں محترمہ! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ براہ مہربانی! تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس بہن کے لئے عرض کروں گی کہ ماچس کی تیلی بھی سر رکھتی ہے۔ ذرا سی رگڑ کھانے سے وہ جل اٹھتی ہے۔ انسان کا سر ہے اس میں دماغ ہے۔ ہمیں ماچس کی تیلی سے سبق سیکھنا چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں عرض کر رہی تھی کہ ہمارے صدر پاکستان کے vision اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی واضح ہدایات کے باوجود خواتین کے بجٹ میں آج بھی اعداد و شمار وہی ہیں جو 05-2004 میں تھے، جو 06-2005 میں تھے۔ میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتی ہوں کہ خواتین ہماری آبادی کا نصف حصہ ہیں۔ ان کے لئے ہر ایریا میں ایسا علاقہ مخصوص کر دینا چاہئے جہاں پر صرف خواتین کے شاپنگ مال ہوں، وہاں پر صرف خواتین اور بچوں کی شاپنگ ہو، وہاں لیڈیز کلب

بھی ہوں ہر علاقے میں ایسا ہونا چاہئے۔ میں اس کامیاب بجٹ پر اس پورے ایوان کو مبارکباد پیش کرتی ہوں اور اپنی اپوزیشن سے درخواست کرتی ہوں کہ آیئے ہم سب مل کر جمہوریت کے استحکام کے لئے، جہالت کو دور کرنے کے لئے، غربت کو دور کرنے کے لئے صدر پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے ہاتھ مضبوط کریں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر چودھری اصغر علی گجر ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بے شمار تقاریر ہو چکی ہیں اور facts and figures سے حکومتی اراکین اور اپوزیشن نے بھی باتیں کی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ یہ تمام محنت رائیگاں جائے گی اور کسی کی بات پر کوئی کان نہیں دھرا جائے گا۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اسے as it is پاس کر دیا جائے گا اس لئے میں مختصر سی بات کروں گا کہ یہاں پر ابھی ابھی مجھ سے پہلے مقرر نے جناب وزیر خزانہ کی جرأت کو داد دی ہے تو میں ایسے الفاظ کہنے پر ان کی لفاظی کو داد دیتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ برابری کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہونا چاہئے جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ بجٹ کا برابری پر تقسیم کرنا بہت بڑا ظلم ہے، زیادتی ہے اس سے نفرتیں پھیلتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بجٹ کو ضرورت کی بنیاد پر تقسیم کرنا چاہئے تب یہ انصاف ہے کہ ایک شخص تو کار میں پھرتا ہے اور دوسرا شخص پیدل چل رہا ہے اور آپ بجٹ کو تقسیم کرتے ہوئے ان دونوں سے ایک جیسا سلوک کرتے ہیں۔ یہ تفاوت کب ختم ہوگا، یہ ظلم اور زیادتی کب ختم ہوگی۔ کل میرے ایک بھائی نے تقریر کی تھی اس پر اہل اقتدار میں بیٹھے ہوئے کچھ میرے بھائی سٹ پٹا اٹھے تھے۔ صدیقی صاحب کے الفاظ پر مجھے خود بھی اختلاف ہو سکتا ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں، میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ چودھری اقبال صاحب میرے بڑے بھائی بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ یہاں پر دوسرے ساتھی موجود نہیں ہیں، یہ اس وقت موجود تھے انہوں نے بڑا محسوس کیا۔ میں اس حد تک اس بات کو مانتا ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی نفرت نہیں ہونی چاہئے ہمارے لئے سب چیزیں برابر ہیں۔ بلکہ میں لاہور کو اپنے پنجاب کی پہچان سمجھتا ہوں۔ اپنے لیہ سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہوں لیکن میں ان لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ ہماری آواز پر کان کیوں نہیں دھرتے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس تفاوت کو ختم کرنے کے لئے اگر سوچیں، میں صرف سمجھانے کے لئے بات کرتا ہوں کہ 1972 سے لے کر آج تک ہم نے سڑکوں پر احتجاج کیا، جلوس نکالے کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ کیا لاہور کے اندر، فیصل آباد کے اندر، کیا اوکاڑہ کے اندر، کیا گوجرانوالہ کے اندر، کیا راولپنڈی کے

اندر اس قسم کا اتنا لمبا احتجاج کیا گیا۔ میں کم از کم کچھ نہیں تو چار پانچ دفعہ احتجاج کرنے پر جیل جا چکا ہوں کہ تھل کے لئے اور ہمارے علاقے کے لئے پانی نہیں ہے۔ یہی نہیں ہے۔یہاں پر کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ کسی کو کوئی تکلیف تھی اور نہ کوئی احتجاج ہوا۔ ہماری تکلیف کو کسی نے رفع کیا؟ میں نے وزیر آبپاشی سے یہ بات کہی تھی کہ پانی کی تقسیم کو از سر نو کیا جائے۔ پنجاب کے اندر پانی کی تقسیم غلط ہے لہذا دوبارہ سے تقسیم کیا جائے۔ کسی نے ہمارے کام پر، کسی نے ہماری بات پر کان دھرا، کسی منسٹر نے یہ بات کہی، کسی نے یہ بات مانی کہ یہ واقعی درست ہے؟ انصاف کی بنیاد پر پانی کی تقسیم دوبارہ ہونی چاہئے۔ یہ ڈیڑھ سو سال پہلے کی تقسیم ہے اور اس میں بہت سی غلطیاں موجود ہیں۔ اسے دوبارہ open کرنا چاہئے لیکن کسی نے یہ بات نہیں کی۔ جب یہ ہماری بات نہیں سنیں گے اور جب یہ ہماری بات نہیں مانیں گے تو ظاہر ہے کہ ہم سے تجاوز ہوگا، ہم سے زیادتی ہوگی اور پھر ہم سخت بات کریں گے جس کی دوسروں کو تکلیف ہوگی اور اس کے نقصانات ہوں گے اور اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر! آپ خود دیکھیں کہ یہی نہیں پانی پر گندم کا بحران آیا تو ہماری گندم سڑکوں پر رلتی رہی، کہیں احتجاج ہوتے رہے۔ کپاس کا بحران آیا تو -/750 روپے اور ہم نے سر عام سڑکوں پر کپاس کو آگ لگائی جسے پورے میڈیا نے دیکھا۔ کیا کوئی ہماری ہمدردی کے لئے آگے آیا، کسی نے کہا کہ ہم نے کپاس اتنی محنت سے پالی ہے، اسے بنایا ہے، اس کو ہم سڑکوں پر جلا رہے ہیں؟ کسی کو اس پر ترس آیا پھر ہم یہ بات کیوں نہ کریں، ہم کیوں نہ چیخیں، ہم کیوں نہ چلائیں؟ ابھی قاسم نون صاحب نے بات کی کہ ہم نے 36 فیصد بجٹ جنوبی پنجاب کو دے دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے۔ میں تو اس بات پر بھی یقین نہیں کر سکتا لیکن میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ 36 فیصد بجٹ انہوں نے ہمیں دے دیا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتاؤ وہ دن کب آئے گا جب آپ ہمیں اٹھا کر اس کے برابر لائیں گے۔ وہاں -/36 روپے ملیں گے، وہاں -/100 روپیہ ملے گا۔ جن کو -/100 روپیہ ملے گا ان کے پاس ایک لاکھ پہلے سے موجود ہے۔ جن کو -/36 روپیہ دے رہے ہیں، ان کی جیب خالی ہے۔ یہ تفاوت کیسے ختم کریں گے، یہ کون سی تقسیم ہے؟ یہ ظالمانہ نظام ہے۔ اس کو ختم کرنا ہوگا ورنہ ہماری باتوں کو انہیں ٹھنڈے دل سے سننا ہوگا کہ یہ ظلم ہے کہ -/36 روپے دے کر ہمیں منایا جا رہا ہے اور جن کی جیبوں میں لاکھوں روپیہ ہے انہیں -/100 روپیہ دے کر منایا جائے یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ زیادتی ہے اسی لئے یہ تڑپ نکلے گی، اسی لئے زبان سے یہ الفاظ نکلیں

گے۔ گنا ہم دیں اور گندم ہم پیدا کریں اور ساری کی ساری باہر بھجوا دیں کہ ہمارے بھائی کھائیں اور ہماری بہنیں کھائیں۔ ہمیں تو اس علاقے بلکہ سارے پاکستان سے بہت محبت ہے۔ ہماری بہنیں، ہمارے بھائی اور ہمارے رشتہ دار پورے پاکستان کے اندر پھیلے ہوئے ہیں لیکن اس تفاوت کو ختم کرنے کے لئے ہماری بات کو سننا ہوگا۔ آگے بڑھ کر اس کام کو کرنا ہوگا اور اگر انہوں نے ہماری تکلیف کو ختم کرنا ہے تو پہلے ہمیں اٹھا کر اپنے برابر لایا جائے۔ یہ تفاوت اگر ختم نہیں ہو سکتا تو کم از کم اسے کم کیا جائے، اس کو تھوڑا کیا جائے۔ ابھی ہم چلاتے رہ گئے ہیں کہ گندم کا بحران ہے، گندم کی خریداری کم ہے۔ چودھری اقبال صاحب بھی بہت دور تک چکر لگا کے آئے لیکن آپ نے دیکھا کہ گندم رلتی رہی اور ہماری گندم اونے پونے داموں حکومت نے خریدی اور اس کا کوئی خریدار نہ تھا۔ -/350 سے لے کر -/375 روپے تک گندم خریدی گئی۔ بہت کم گندم کسانوں سے ڈائریکٹ فوڈ کی طرف گئی۔

جناب سپیکر! یہ وہ باتیں ہیں جو اس وقت گراؤنڈ پر موجود ہیں، انہیں آپ نے دور کرنا ہے اور ان لوگوں نے دور کرنا ہے جو ذمہ دار ہیں، جو حکمران ہیں کیونکہ ان کی ذمہ داری بنتی ہے۔ جو بھی آدمی بولتا ہے اس سے یہ محسوس کرے کہ اس کے اندر کوئی چیز موجود ہے، اسے کوئی دکھ ہے، اسے کوئی تکلیف ہے، اس کا مداوا کرنا چاہئے آنکھیں نہیں دکھانی چاہئیں۔ آنکھیں تو ایوب خان نے مجیب کو دکھائی تھیں۔ کیا ہوا؟ برارزلٹ نکلا۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ ادھر سے میرے چھوٹے بھائی قاسم نون نے یہ بات کہی تھی کہ کالا باغ ڈیم ہم بنانا چاہتے ہیں اور پیپلز پارٹی، فلاں پارٹی اور اپوزیشن نے اس کی مخالفت کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کالا باغ ڈیم بنائیں۔ میری یہ رائے ہے کہ جناب جنرل مشرف کالا باغ ڈیم بنانے میں نیک نیت نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ کالا باغ ڈیم بنانا چاہتا تو اسے کوئی روک سکتا۔ وہ کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے تو کبھی جماعت اسلامی سے پوچھے، کبھی پیپلز پارٹی سے پوچھے، کبھی نون والوں سے پوچھے تو جب وزیرستان میں آپریشن کرنا ہو تو کسی سے نہ پوچھے؟ کس نے اسے وزیرستان میں آپریشن کرنے کی اجازت دی ہے، کس نے اسے کہا ہے کہ بلوچوں کا خون بہایا جائے؟ جب وہ اپنی مرضی کرنا چاہتا ہے تو سارے کام کر لیتا ہے اور اسے کوئی نہیں پوچھتا اور جب وہ نہیں کرنا چاہتا۔ کالا باغ ڈیم بنانے کی بجائے وہ صوبوں کو لڑانا چاہتا ہے اس لئے کالا باغ ڈیم کی بات کرتا ہے تو میں حکمرانوں کو یہ کہتا ہوں کہ اگر کالا باغ ڈیم بنانے میں ان کی نیت درست ہے تو یہ بنائیں

کالاباغ ڈیم۔(نعرہ ہائے تحسین)
نہیں تو اگر پوچھنا ہے تو پھر بلوچستان کا آپریشن بھی بند کرے اور پھر یہ وزیرستان کا آپریشن بھی بند کرے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے صرف یہ گزارش کروں گا کہ تعلیم کا یہاں پر بڑا ذکر ہوا ہے کہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' ہونا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ ہونا چاہئے لیکن میری ایک بات سن لیں کہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' بنانے سے، پڑھا لکھا پاکستان بنانے سے ہمارے مسائل درست نہیں ہوں گے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ جب تک عوام کے اندر تربیت نہیں آئے گی، جب تک آپ لوگوں کو علم کے ساتھ ساتھ تربیت نہیں دیں گے، کبھی حالات درست نہیں ہو سکتے، تبدیلی نہیں آ سکتی۔ تبدیلی تربیت سے آئے گی، پڑھنے لکھنے سے نہیں آئے گی۔ پڑھے لکھے لوگ اگر یہ بات کہہ دیں ابو جہل کو دیکھ لیں کہ وہ پڑھا لکھا آدمی تھا اور حضور ﷺ کو نبی نہیں مانتا تھا اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل ان پڑھ ہونے کے باوجود کہا کہ آپ حق پر ہیں اور نبی ہیں اور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو اپنا رب مانتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم کون تھا۔ عالم بلال حبشی تھے، عالم ابو جہل نہیں تھا حالانکہ پڑھائی لکھائی کے اعتبار سے وہ زیادہ تھا اس لئے جب تک تربیت نہیں آئے گی اس وقت تک انقلاب نہیں آئے گا۔ دنیا کے اندر سب سے پڑھا لکھا آدمی ٹونی بلیئر ہے اور اس کی پوری قوم پڑھی لکھی ہے اور ٹونی بلیئر، دنیا کو مثالیں دیتے ہیں کہ برطانیہ پڑھا لکھا ہے لیکن ظالموں کا سردار ہے اور پوری انسانیت کو تباہ کر رہے ہیں۔ ہیروشیما میں ان پڑھے لکھوں نے بم پھینکے۔ اب یہ پوری امت مسلمہ کا قتل عام کر رہے ہیں، لاکھوں آدمیوں کو برباد کیا ہے، کہاں گئی ان کی تعلیم، کہاں گیا ان کا علم؟ اس لئے تعلیم سے کوئی بات نہیں آئے گی۔ تربیت سے بات آئے گی۔ اگر علم کی بات ہوتی تو آج تو یہ پوری اسمبلی گریجویٹ ہے۔ کون ہے جو ان میں ان پڑھ ہے؟ سب کے سب گریجویٹ ہیں۔ اگر یہ تربیت یافتہ ہوتے تو خدا کی قسم! یہ ساری سیٹیں خالی ہوتیں۔ ایک بھی ادھر نہ بیٹھا ہوتا۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ دن ہے اس کو اگر آپ رات کہیں تو کوئی نہیں مانے گا لیکن ہمارے ہاں تعلیم یافتہ لوگ اس دن کو رات کہتے ہیں اور پھر اس کو مانتے ہیں کہ یہ رات ہے اور اس وقت ملک کے اندر ڈکٹیٹر شپ ہے، اس ملک کے اندر ایک جرنیل قابض ہے۔ جب ہم اس کا نام لیتے ہیں تو لوگ ہم سے لڑتے ہیں کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! اگر اچھا بجٹ پیش کرنا ہے تو بہترین جمہوریت لے کے آؤ۔ اگر لوگوں کی خدمت کرنی ہے

اگر جمہور کی بات کرنی ہے تو جمہور سے اپنے کام کو آگے بڑھاؤ۔ یہ تو سب کام حکومت کو مضبوط کرنے کے لئے ہیں۔ یہ تمام کام اس ڈکٹیٹر کی طرف جاتے ہیں۔ آؤ! مل کر اگر حق کو ہی قائم کرنا ہے اور عوام کی خدمت کرنی ہے تو آؤ مل کر ملک کے اندر بہترین جمہوریت کو قائم کریں۔ اس ڈکٹیٹر اور اس آمریت سے نجات حاصل کریں اور یہی ہمارے اور سب کے لئے فلاح و بہبود ہے۔
و آخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین

جناب سپیکر: next is: سید مجاہد علی شاہ!

سید مجاہد علی شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر وہ اسمبلی ہال میں پریس گیلری کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ دیر خاموش ہوئے تو چودھری اصغر علی گجر نے کہا کہ شاید تقریر بھول گئے ہیں)

جناب سپیکر! میں بھولا نہیں ہوں بلکہ یہ تو اپنی پارٹی سے جانے والوں کو بھول جاتے ہیں اور یہ اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے۔ کالا باغ ڈیم کی بات ہو رہی تھی تو میں وہیں سے اپنی بات کا آغاز کروں گا۔ میں جنرل مشرف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے عملی کام شروع کیا۔۔۔

آوازیں: شیم، شیم، شیم۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شیم ان لوگوں کے لئے ہے جو خود کہتے ہیں کالا باغ ڈیم بننا چاہئے لیکن عملی طور پر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ پیپلز پارٹی کو، مسلم لیگ (ن) کو ٹائم ملا میں اس وقت خود اس میں شامل تھا۔ پیپلز پارٹی کا کردار دیکھیں میرے یہاں دوست بیٹھے ہیں سندھ کے ایم پی ایز تو اس کی مخالفت کریں یہ کس منہ سے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں۔

آوازیں: شیم، شیم، شیم، لوٹا، لوٹا، لوٹا۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شیم ان کو ہونی چاہئے۔ کالا باغ ڈیم بنانے کے لئے انہوں نے کیا رول ادا کیا، انتہائی شرم کی بات ہے۔ میاں نواز شریف کے دور میں بھی انہوں نے کالا باغ ڈیم بنانے کی کوشش کی مگر اس وقت بھی پیپلز پارٹی کا کردار negative تھا اور یہی ملک دشمن تھے اس وقت بھی مخالفت کرتے تھے۔ (شور وغل)

آج بھی یہی لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ابھی گجر صاحب کہہ رہے تھے کہ وزیرستان میں آپریشن ہوا تو انہوں نے کر لیا آپ بتائیں کہ جب جنرل مشرف نے کالا باغ ڈیم کے لئے کہا تو اس

وقت انہوں نے کیا رول ادا کیا، اس وقت انہوں نے ان کی حمایت میں کیا بات کی؟

آوازیں: لوٹے، لوٹے، لوٹے۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! ان کا حق بنتا تھا ان کی جماعت کا حق بنتا تھا کہ اگر یہ کالا باغ ڈیم بنانا چاہتے تھے، اس کی حمایت کرنا چاہتے تھے تو یہاں کھڑے ہو کر ایک لفظ ہی حمایت میں بول دیتے۔ یہ اپنے لیڈر قاضی حسین احمد کو کہتے کہ وہ کالا باغ ڈیم کی حمایت کریں۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنے ذاتی مقاصد کے لئے تو اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر ایسے منصوبوں کے لئے کبھی اکٹھے نہیں ہوتے جو ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہاں میرے دوست پیپلز پارٹی کے بیٹھے ہیں میں ان سے سوال کرنا چاہتا ہوں کیا انہوں نے اپنی لیڈر شپ کو کبھی اس منصوبے کے لئے جا کر کہا، وہ کس منہ سے پنجاب کے عوام کی عدالت میں جائیں گے؟ ہم ایک طرف تو کالا باغ ڈیم کی مخالفت کرتے ہیں یہاں کھڑے ہو کر دبے الفاظ میں اس کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ جو ڈبل سٹینڈرڈ کو ختم کرنا ہو گا اور جو ملکی مفادات کے ایسے منصوبے ہیں اس پر یک زبان ہونا ہو گا۔ اس وقت جو پانی کے حالات ہیں اور پنجاب جن حالات سے دوچار ہو رہا ہے اس کے لئے جب تک کالا باغ ڈیم نہیں بنے گا جب تک حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ آپ دیکھیں کہ بھاشا ڈیم کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا ہے اس پر بھی میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ چلو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس فیلڈ پر کچھ تو کام شروع ہوا۔۔۔ (شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز! جاری رکھیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! جو لوگ جمہوریت کا دعویٰ رکھتے ہیں اور کچھ لوگ ابھی جمہوریت کے دعویدار ہو رہے تھے میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ بجٹ پر بات کریں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! کم از کم یہ اپنے اندر سننے کی تو عادت ڈالیں۔ ہو سکتا ہے کہ میری بات سے ان کو اختلاف ہو مگر وہ سننے کی تو عادت ڈالیں یہ کیسے جمہوریت کے پاسبان بنے ہوئے ہیں جو کسی کی بات سننا ہی نہیں چاہتے جو یہ کہتے ہیں وہ سچ ہے جو کوئی اور کہتا ہے وہ جھوٹ ہے۔ یہ سنیں، انہیں اختلاف ہو سکتا ہے آپ اختلاف کر سکتے ہیں اور اپنی تقریر پر اختلاف کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ چیئر سے مخاطب ہوں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! اور بھی تقریریں ہوئی ہیں مجھے پتا تھا اور اندازہ تھا کہ میری باتوں سے ان کو زیادہ تکلیف ہو گی۔ مجھے پتا تھا کہ جو میں نے کھری باتیں کرنی ہیں کچھ دوستوں کو ضرور تکلیف ہو گی۔ ہمارے چودھری پرویزالٰہی صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس کی بہتری کا یہیں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے سال پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 53۔ارب روپے تھا جبکہ اس سال ترقیاتی بجٹ 100۔ارب روپے ہے۔ یہ اعداد و شمار یہاں پر غلط پیش نہیں کئے گئے۔ کم از کم اس چیز کو تو appreciate کیا جائے کہ اس ترقیاتی بجٹ میں جو سو فیصد اضافہ ہوا ہے یہ پنجاب کے اضلاع پر خرچ ہو گا اور ہمارے حلقوں پر خرچ ہو گا غریب عوام کی فلاح کے لئے خرچ ہو گا۔ میرے خیال میں بجٹ میں جو سو فیصد ترقیاتی فنڈز میں اضافہ ہوا ہے وہ معزز اراکین کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہاں بجٹ پر کافی تقاریر ہو چکی ہیں لیکن میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ جنوبی پنجاب میں، یہاں کچھ ہمارے دوست صرف اپنی دکان چمکانے کے لئے اور کل پرسوں میں نے تقریر سنی ہے محترمہ فرزانہ صاحبہ کو بھی جنوبی پنجاب کا احساس ہو گیا ہے یہ بھی جنوبی پنجاب کے متعلق ہماری خیر خواہ بنی ہوئی تھی۔ میں صرف ایک گزارش کرتا ہوں کہ جب یہ جنوبی پنجاب کی محرومی کی بات کریں تو کم از کم ان ادوار کا جن میں یہ خود حکومت میں رہے ہیں وہ اعداد و شمار پیش کئے جائیں کہ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے یہ کیا اور اس حکومت میں وہاں کام کم ہوا ہے۔ تو عوام کے سامنے فرق ظاہر ہو گا کہ جب ان کے ادوار تھے، جب ان کی شہنشاہیت تھی، جب ان کی حکومت تھی تو انہوں نے جنوبی پنجاب کے لئے کیا کیا ہے اور آج جنوبی پنجاب کے لئے کیا ہو رہا ہے؟ صرف کسی پر یہ تنقید کر دینا کہ یہ نہیں ہو رہا ہے وہ نہیں ہو رہا میں کہتا ہوں کہ facts & figures کے مطابق بات کریں۔ یہ ہمیں بتائیں کہ پیپلز پارٹی کی حکومت میں انہوں نے جنوبی پنجاب کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں میں ان کو چیلنج کرتا ہوں یہ یہاں اٹھ کر اس کا موازنہ کریں۔ یہ بات ان کے لئے حیران کن ہو گی کہ پچھلے دنوں وزیراعلیٰ پنجاب نے ملتان کا دورہ کیا اور وہ وہاں پر ایسے ایسے منصوبوں کا اعلان کر کے آئے ہیں جن کے متعلق جنوبی پنجاب کی عوام سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کبھی ہماری باری بھی آئے گی۔

جناب سپیکر! سائنس اینڈ انجینئرنگ یونیورسٹی کے لئے 15۔ارب روپے کا پروگرام رکھا جا رہا ہے اور 15۔ارب روپے کا صرف ایک پراجیکٹ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہ بات بھی ان دوستوں کے لئے حیران کن ہوگی کہ ان کے ادوار گزرے ہیں انہوں نے کبھی جنوبی پنجاب کے عوام کی ثقافت کے متعلق نہیں سوچا جبکہ اس حکومت نے جنوبی پنجاب کے لئے ملتان میں ٹی وی سٹیشن کے قیام کا اعلان کر دیا ہے جو ہماری حسرت تھی اور ہم یہ سوچتے تھے کہ کبھی یہ مواقع بھی جنوبی پنجاب کے عوام کے لئے میسر ہوں گے۔انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اسی سال یہ ٹی وی سٹیشن کام شروع کر دے گا۔

جناب سپیکر!وومن یونیورسٹی کا وہاں پر چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اعلان کیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس پر بھی کام شروع ہو جائے گا۔ملتان میں ہوم اکنامکس کالج کا وزیر اعلیٰ صاحب سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں جو غالباً چار کروڑ روپے کا پراجیکٹ ہے۔

جناب سپیکر!کچھ دن پہلے یہاں پر ایک ہمارے جنوبی پنجاب کے حوالے سے جن کے کندھوں پر سب سے زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے،آپ بھی غالباً اس وقت ہاؤس میں موجود تھے وہ یہاں پر کلمہ پڑھ کر کہہ رہے تھے،ویسے یہ ہاؤس جو ہے،یہ جگہ جو ہے عظمت رکھتی ہے، on the floor of the House کوئی بات ویسے ہی کوئی فاضل رکن غلط اٹھ کر کہے تو وہ ندامت کی بات ہے اور وہ اس ہاؤس کی insult ہے۔انھوں نے صرف سادہ بات نہیں کی بلکہ کلمہ پڑھ کر میں نے یہاں پر جو منصوبے انہیں بتائے تھے انھوں نے کہا کہ نہیں،یہ بھی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ نہیں ہو رہا،یہ بھی نہیں ہو رہا،وہ بھی نہیں ہو رہا۔میں نے ان کے متعلق تمام ریکارڈ وہاں سے حاصل کیا ہے۔میں ہیلتھ پراجیکٹ کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں کہ الحمد للہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہیلتھ کے محکمہ میں جنوبی پنجاب کو اتنا خود کفیل کر دیا ہے کہ آپ جانتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:جناب سپیکر!۔۔۔

MR DEPUTY SPEAKER: I will not allow any point of order if I do? I have to allow every body.

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور:جناب سپیکر!یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔نفرت پھیلانے والے وہ الفاظ مجھے پاکستان کے پورے Constitution کے اندر کسی جگہ پر Southern Punjab کا word نظر نہیں آتا۔ the word Southern Pubjab and on the legislative forum how can be used. Punjab is one united. Punjab is one. Punjab is united. پہلے ایسٹ پاکستان تھا، ویسٹ پاکستان تھا،کہاں گیا؟

Southern یہ Punjab should be taken as unanimously one Punjab.
Punjab کے word کو kindly expunge کیا جائے۔(نعرہ ہائے تحسین)

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! یہ جو احمد خان صاحب نے بات کی ہے یہ ان کے ذہن میں اپنی بات ہو گی۔ جب کاغذات میں ایک چیز لکھی جاتی ہے تو اس کو ویسے پڑھا بھی جاتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولے ہیں۔ آپ نے ان کو تو اجازت دے دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں بولے ہیں۔ وہ point of explanation پر تھے۔ میں پوائنٹ آف آرڈر کی کسی کو اجازت نہیں دے رہا۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! میں ان منصوبوں کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں جو کہ اب اس A.D.P میں شامل ہو چکے ہیں۔ گورنمنٹ گرلز انٹر کالج کو اب ڈگری کالج بنا دیا گیا ہے۔

Provision of the amount of Rs. 200 billion for improvement of sewerage system

یہ سکیم ملتان شہر کے لئے 200 بلین روپے کی A.D.P میں شامل ہو چکی ہے۔

Fund amounting to Rs. 100 million for provision of clean drinking water for Jalalpur Pirwala, Shuja Abad and Sadar Tehsils.

یہ ہماری تحصیلوں کے لئے پہلی دفعہ پاکستان کی ہسٹری میں دیہاتوں میں صاف پانی مہیا کرنے کے لئے اتنی بڑی amount پہلی دفعہ provide کی گئی ہے۔ اس کے لئے ہم وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

اسی طریقے سے Provision of Rs. 200 million for construction of roads in Multan، اسی طرح جلالپور پیر والا ڈسٹرکٹ کے لئے انھوں نے construction of by pass جلالپور کے لئے جو کہ شہر کا بہت بڑا منصوبہ تھا اس کے لئے وہ اعلان کر کے آئے ہیں اور جلالپور کا بائی پاس انھوں نے منظور کیا ہے۔ اسی طریقے سے شجاع آباد کا بائی پاس منظور کیا ہے۔ اسی طریقے سے بستی ملوک شجاع آباد روڈ کا کروڑوں روپے کا پراجیکٹ انھوں نے منظور کیا ہے۔ یہاں پر میں کہتا ہوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو آپ اچھی طرح سے دیکھ سکتے ہیں، یہ کاغذوں کی زینت

نہیں ہیں، عملی طور پر ان چیزوں پر کام ہو رہا ہے۔ پھر اس ہاؤس کا جو تقدس پامال ہوا ہے، جو محترم صدیقی صاحب نے یہاں پر کھڑے ہو کر کلمہ پڑھ کر ہاؤس کے سامنے باتیں کی ہیں، میں انشاء اللہ ان کے سامنے تحریک استحقاق لا رہا ہوں، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی انشاء اللہ یہاں پر کھڑے ہو کر کریں گے، on facts بات کریں گے، ہم ایسے لوگ نہیں ہیں، ٹھیک ہے میری باتوں پر دوستوں کو تکلیف ہوتی ہو، میں نے اگر اپنی پارٹی بدلی ہے تو صرف اس لئے بدلی ہے کہ پنجاب میں اتنے کام ہو رہے ہیں اور میں اپنے حلقے کو ان کاموں سے کیوں محروم رکھوں؟ میں خدانخواستہ کسی سے شرمندہ نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اپنے ووٹوں سے بن کر یہاں پر حاضر ہوا ہوں اور الحمد للہ ہم 1977 سے اللہ کی مہربانی سے اس ہاؤس میں میرے بزرگ بھی آئے ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہاں پر آ کر کھڑا ہوں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے حوالے سے میں نے آپ کو ساری چیزیں بتائیں، ہیلتھ کے حوالے سے میں نے آپ کو ساری چیزیں بتائیں۔ زراعت کے حوالے سے میری جو پچھلی تقریر ہے، غالباً شاید کچھ دوستوں کو پتا ہو جو یہاں بیٹھے ہیں، میں نے اس میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ لیزر لیولنگ جو ہے وہ ہر یونین کونسل کی سطح پر پہنچایا جائے۔ میں نے یہاں پر کھڑے ہو کر مطالبہ کیا تھا اور آج الحمد للہ میں بھی سرخرو ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس پالیسی کا اعلان کر دیا ہے کہ لیزر لیولنگ جو ہے وہ ہم یونین کونسل کی سطح پر مہیا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے محکمے کی یہ جو خدمت ہے اس کو کبھی کوئی کسان فراموش نہیں کر سکتا۔ پکے کھال جیسا کہ آپ کو پتا ہے، آپ خود بھی زمیندار ہیں کہ ہمارے پاس پانی کی کمی ہے۔ ہم بدقسمتی سے آج تک ڈیم نہیں بنا سکے۔ اسی دور میں پکے کھالوں کے لئے اربوں روپے کے جو پراجیکٹ وفاقی حکومت اور پھر صوبائی حکومت نے شروع کئے ہیں اس پر بھی میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اس سے پانی بھی بچے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ کسان کو خوشحالی بھی آئے گی۔

جناب سپیکر! دوستوں نے وفاقی بجٹ تو سنا ہو گا کہ بجٹ میں پہلی مرتبہ کسانوں کے لئے ٹریکٹر، زرعی آلات امپورٹ کرنے پر ڈیوٹی ختم کی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی زراعت کے شعبہ پر ایک طریقے سے ان کے اوپر مہربانی ہے کہ ہم اپنے زرعی آلات اور ٹریکٹر جو کہ اب بلیک ہونا شروع ہو گئے تھے وہ باہر سے امپورٹ کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہر قسم کی مشینری اب اس

ملک میں آ سکتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک جو سب سے بڑا اس وقت کسانوں کا مطالبہ ہے وہ میں ضرور آپ کی خدمت میں بھی پیش کروں گا اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو بھی یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت کسان کا سب سے بڑا مسئلہ جو ہے وہ بجلی کا ٹیوب ویل ہے۔ اس وقت بجلی جو ہے وہ کسان کے لئے بھی بربادی کا باعث بنی ہوئی ہے اور اسی طریقے سے صنعتکار بھی اس کا بل ادا کرنے سے اس وقت قاصر ہے۔ اسی بجلی کی وجہ سے جو میرے دوست یہاں پر باتیں کرتے ہیں، میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ بجلی کے ریٹس کس وجہ سے زیادہ ہوئے؟ کون لوگ اس میں شامل تھے اس وقت جب انہوں نے بجلی کے لئے باہر کے لوگوں سے ہمارے سودے کئے اور commitment کی کہ یہ بل اس عوام کو ادا کرنا ہو گا؟ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ اس کا ذکر کیوں نہیں کرتے، کیوں یہ باہر کے لوگوں کو اس وقت ہمارے بجلی کے اثاثے بیچ کر گئے ہیں؟ جس کے لئے ہم آج تک suffer کر رہے ہیں۔ اس کے لئے ہماری گزارش ہے کہ ہم اس ہاؤس سے ایک مرتبہ پھر متفقہ طور پر قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں کہ بجلی کے ٹیوب ویلوں کے لئے خدارا! مزید سبسڈی دی جائے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب بھی اس میں سبسڈی دیں۔ وفاقی حکومت بھی اس میں سبسڈی دے اور خصوصاً بجلی کے جو ٹیوب ویلز ہیں ان کے کنکشنوں کے لئے بھی خصوصی فنڈز مہیا کئے جائیں کیونکہ بجلی کا کنکشن آپ کو پتا ہے کہ چھوٹا کاشتکار لگوانے سے قاصر ہے۔ اس کا ریٹ اتنا high ہے کہ اڑھائی تین لاکھ روپے سے کم میں ٹیوب ویل کے لئے بجلی کا کنکشن نہیں لگوایا جا سکتا تو اس کے لئے کوئی سبسڈی دینے کا اعلان کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب میں سمیع اللہ خان صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ اس سے پہلے کہ میں وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے حوالے سے بات کروں میں صرف ایک بات جو شاہ صاحب نے کہی ہے کی مختصراً وضاحت کروں گا۔ ملک کے اندر کوئی بھی پراجیکٹ ہو اس کی تکمیل کسی نہ کسی حکومت نے ہی کرنی ہوتی ہے۔ اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ جہاں تک کالا باغ کا تعلق ہے اس پر اپوزیشن کا کچھ بھی مؤقف ہو سکتا ہے لیکن یقین رکھئے کہ جب بھی کالا باغ ڈیم بننا ہے وہ کسی نہ کسی حکومت کے دور میں بننا ہے، کسی نہ کسی حکومت نے اس کو بنانا ہے۔ اب جہاں تک موجودہ حکومت کا تعلق ہے جنرل پرویز مشرف صاحب نے بڑے زور شور سے یہ اعلان کیا کہ ہم ہر صورت، ہر قیمت پر کالا باغ ڈیم کو بنائیں گے۔ اس پر دو صوبوں، صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے درمیان تنازع تھا۔ وزیر اعلیٰ سندھ

نے پرویز مشرف کے ان comments پر کہا، واضح طور پر پریس کے سامنے statement دی کہ اگر جنرل پرویز مشرف کالا باغ ڈیم سندھ کی حکومت اور میری مرضی کے بغیر بنائے گا تو ارباب رحیم اس وزیر اعلیٰ کی کرسی کو ٹھوکر مار کر، استعفیٰ دے کر گھر چلا جائے گا۔ کاش! اس صوبے کا وزیر اعلیٰ ارباب رحیم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی طرح سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر کہتا، جس طرح ارباب رحیم نے کہا کہ اگر کالا باغ ڈیم بنا تو سندھ کا وزیر اعلیٰ ارباب رحیم استعفیٰ دے گا، کاش! صوبہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ اسی طرح کہتا کہ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو میں اس وزارت اعلیٰ کو ٹھوکر مار کر گھر چلا جاؤں گا لیکن اس صوبے کا وزیر اعلیٰ یہ نہیں کہہ سکتا۔ جس نے یہ وزارت اعلیٰ بہت ساری حسرتوں، بہت ساری بے وفائیوں کے نتیجے میں حاصل کی ہو وہ اس کرسی کو ٹھوکر نہیں مار سکتا۔

جناب سپیکر! جہاں تک اس بجٹ کی بات ہے، اس صوبہ کے وزیر خزانہ نے جو بجٹ تقریر کی ہے میں اس کے صفحہ نمبر 1 کے دو فقرے آپ کے سامنے پڑھنا چاہوں گا۔ یہ صفحہ نمبر 1 کی دوسری لائن ہے:

> ”صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی دور اندیش قیادت میں ہم نے نہ صرف سیاسی استحکام کو یقینی بنایا، یہ اس کا ایک حصہ ہے بلکہ وزیر اعظم جناب شوکت عزیز کی جاں فشاں محنت کے باعث اقتصادی استحکام اور ترقی کی بھی ایک نئی فضا قائم کی۔ اس سیاسی اور اقتصادی استحکام کا بھرپور اثر پنجاب کے سماجی و ترقیاتی پروگرام پر بھی اجاگر ہوا“

جناب سپیکر! ہم نے تو یہی سنا تھا اور ہم نے یہی دیکھا ہے کہ کسی ملک کا جو سیاسی استحکام ہوتا ہے اس کا credit اس ملک کی برسر اقتدار سیاسی جماعت کو جاتا ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اگر کسی ملک میں سیاسی استحکام آتا ہے تو اس کا credit اس ملک کی پارلیمنٹ، اس ملک کے اقتدار میں جو جماعت ہوتی ہے اس کے پارلیمانی لیڈر کو جاتا ہے۔ یہاں اس بجٹ دستاویز میں ایک تخصیص کی گئی ہے کہ قیادت کا لفظ صرف پرویز مشرف کے لئے ہے اور اس ملک کے وزیر اعظم کو صرف ایک محنت کار show کیا گیا ہے جو جانفشانی سے محنت کرتا ہے۔ محنت کرنی اچھی بات ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس دستاویز میں جو status اس ملک کے وزیر اعظم، چیف ایگزیکٹو کو دیا گیا ہے کیا اس کے بعد یہ دعویٰ کرنا جائز ہے کہ ہماری پارلیمنٹ بااختیار ہے، ہماری پارلیمنٹ آزاد ہے، اس کے اندر طاقت ہے۔ آپ اپنے document میں جب یہ مانیں کہ اس ملک کی قیادت پرویز مشرف کر رہا

ہے اور وزیر اعظم کے لئے صرف ایک محنت کار کا لفظ استعمال کریں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ قاف لیگ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس ملک میں سیاسی استحکام ہے یا نہیں، میں اس پر ابھی بات کروں گا لیکن اگر ایک منٹ کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اس ملک میں سیاسی استحکام ہے تو کاش (ق) لیگ اس کا credit شوکت عزیز کو دیتی یا چودھری شجاعت حسین کو دیتی ہم سمجھتے کہ یہ سیاسی قبیلے کو credit گیا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! یہ جو بجٹ تقریر ہوتی ہے اس کے دو صفحے ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں حکومت اپنے سیاسی vision کو آگے رکھتی ہے اس کے بعد ایک اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ شروع ہوتا ہے۔ میرا یہ شک ہے کہ پہلا صفحہ اس صوبے کا کوئی کلرک بناتا ہے، کوئی بیوروکریٹ بناتا ہے اور نہ کوئی وزیر خزانہ بناتا ہے بلکہ میں ثابت کروں گا کہ یہ پہلا صفحہ جی ایچ کیو سے بن کر آتا ہے۔ میں وزیر خزانہ کو یاد دلاؤں گا کہ 04-2003 کی آپ بجٹ speech اٹھا کر دیکھیں۔ اس میں لکھا ہے کہ ہمارے ملک کے قائد جمالی صاحب ہیں لیکن اس سے اگلے سال جب وزیر خزانہ تقریر کرتے ہیں، اس وقت بھی جمالی وزیر اعظم ہیں لیکن ان کا نام نہیں لکھا جاتا اور میں نے اپنی اس وقت کی بجٹ تقریر میں یہ نشاندہی کی تھی کہ آج اس ملک کا وزیر اعظم جمالی ہے لیکن یہاں پر جمالی کا نام نہیں لکھا ہوا۔ جناب ٹھیک اس کے پندرہ دن پر جمالی کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ جس ملک کے اندر آپ ایک ماہ کے اندر تین وزرائے اعظم تبدیل کریں اس کے بعد پھر کہیں کہ ملک میں سیاسی استحکام ہے تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اگر صرف اسمبلیوں میں زیادہ دیر بیٹھنا سیاسی استحکام کی علامت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ زیادتی ہے اور اس ملک کی پارلیمنٹ کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! آج وانا سے لے کر بلوچستان تک سارے پاکستان کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے اور خصوصاً پنجاب کے نمائندے جو یہاں بیٹھے ہیں ان کے لئے سوچنے کا مقام ہے۔ ہم وہ تجربہ دوبارہ نہیں دھرانا چاہتے۔ اگر بلوچستان کی پائپ لائن پر بم باندھے جا رہے ہیں، ان کو اڑایا جا رہا ہے تو پاکستان کا کوئی بھی شہری اس عمل کی کسی طور پر حمایت نہیں کر سکتا لیکن اگر ان تخریب کاریوں کی آڑ میں آپ بلوچستان کی عوام کو بندوق کی طاقت پر اپنا غلام بنانے کا پیغام دیں گے تو ہم یہاں اعلان کرتے ہیں کہ بلوچستان کا مقدمہ ہم یہاں پنجاب اسمبلی میں کھڑے ہو کر لڑیں گے۔ یہی ایک راستہ ہے، اس وفاق کو متحد رکھنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ اس کے بغیر وفاق متحد نہیں رہ سکتا لہذا پنجاب کے عوام کھڑے ہو کر بلوچستان کا مقدمہ لڑیں۔ آج آپ 60 لاکھ آبادی کے صوبے، جو لاہور شہر کی

آبادی سے بھی تھوڑی آبادی والا صوبہ ہے ان 60 لاکھ افراد کو آپ 60 سالوں میں مطمئن نہیں کر سکے، ان کی زندگیوں کو بہتر نہیں کر سکے۔ آج ان کو غداری کا طعنہ دے کر، انھیں مختلف القاب دے کر، وہاں پر چھاؤنیاں بنا کر انھیں ساتھ رکھنے کی کوشش کریں گے تو ہم پنجاب کی سڑکوں پر، پنجاب کے اس ایوان میں بلوچستان کے عوام کا مقدمہ لڑیں گے کیونکہ اسی سے سیاسی استحکام آئے گا۔

جناب سپیکر! جہاں تک اقتصادی استحکام کا تعلق ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر یہ کہا گیا کہ خزانہ خالی کر گئے، میاں نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو خزانہ خالی کر گئے۔ پنجاب کے عوام، عام آدمی ان بھاری بھر کم اصطلاحات، زرمبادلہ، import, export، سٹاک ایکسچینج کو نہیں جانتا۔ یہ کہتے ہیں کہ نواز شریف، بے نظیر نے خزانہ خالی کر دیا اور ہم نے نہ صرف خزانہ بھرا بلکہ اب وہ overflow ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! عام بندہ اس بات کو اس طرح سے دیکھتا ہے کہ جب خزانہ خالی تھا اور وہ آٹا لینے جاتا تھا تو اسے -/6 روپے کلو ملتا تھا۔ آج خزانہ لبالب بھرا ہوا ہے لیکن آٹا -/15 روپے کلو ہے۔ جب خزانہ خالی تھا -/18 روپے کلو چینی ملتی تھی۔ آج خزانہ بھرا ہوا لیکن -/42 روپے کلو چینی مل رہی ہے۔ آپ میرے ساتھ آئیں اس صوبہ پنجاب کا عام اور غریب آدمی کہے گا کہ خدا کے لئے یہ بھرا ہوا خزانہ ہمیں نہیں چاہئے جہاں خالی خزانے کے ساتھ پٹرول کی قیمت -/22 روپے لیٹر تھی اب بھرے ہوئے خزانے کے ساتھ -/58 روپے لٹر ہے۔ اس ملک کی 15 کروڑ اور اس صوبے کی 8 کروڑ عوام ایسے بھرے ہوئے خزانے پر لعنت بھیجتے ہیں اور آج بھی وہ خالی خزانے کے اس دور کو یاد کرتے ہیں۔

جناب والا! یہ اقتصادی استحکام کی بات کرتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ کچھ area میں اقتصادی استحکام آیا ہے اور میں ایک دو پوائنٹس سے اس کی نشاندہی کروں گا۔ پہلا ایریا جس میں اقتصادی استحکام آیا میں وہ بتانا چاہوں گا کہ آج سے چھ ماہ پہلے اس ملک کی 15 کروڑ عوام اور اس صوبے کی 8 کروڑ عوام -/22 روپے کلو چینی لیتے تھے۔ اب میں ان کی تسلی کے لئے کہتا ہوں کہ اقتصادی استحکام کس شکل میں آیا کہ فروری میں جب چینی کی shortage ہوئی تو فروری میں ہی حکومت پاکستان نے 24 شوگر ملوں کو باہر سے withholding and import tax کے بغیر خام چینی منگوانے کی اجازت دے دی۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Time is extended for one hour.

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! آپ نے 3.3 پر ٹائم extend کیا ہے لیکن ہاؤس کا ٹائم 3.00 بجے تک کا تھا۔ ہاؤس کی یہ تین منٹ غیر آئینی کارروائی ہوئی ہے اس لئے اب آپ اس ہاؤس کی کارروائی مزید جاری نہیں رکھ سکتے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: According to my rule it is exact 3.00 p.m.

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ان چوبیس شوگر ملوں کو جو چار لاکھ ٹن چینی درآمد کرنے کی اجازت دی گئی۔ افسوس کی بات ہے کہ ان چار لاکھ ٹن چینی میں سے ایک کلو چینی بھی رعائتی نرخوں پر عوام کے پاس نہیں آئی۔ میں ان چوبیس شوگر ملوں سے صرف تین شوگر ملوں کے نام لینا چاہوں گا۔ جی ای ڈبلیو شوگر مل، تاندلیانوالہ شوگر مل اور پھالیہ شوگر مل نے بھی یہ چینی منگوائی باقی شوگر ملیں بھی ہیں۔ جے ای ڈبلیو جناب جہانگیر ترین کی ہے، تاندلیانوالہ جناب ہمایوں اختر کی اور پھالیہ شوگر مل چودھری شجاعت حسین کی ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: شیم، شیم۔

جناب سمیع اللہ خان: ان شوگر ملوں نے عوام کے لئے رعایتی چینی بغیر ٹیکس کے اور withholding tax منگوائی لیکن کوئی ثابت کر دے کہ یہ چینی جس مقصد کے لئے منگوائی تھی اس پر عمل ہوا ہو تو ہم اس کی تحقیقات کے لئے تیار ہیں۔

جناب والا! دوسرا ڈاکا یہ ڈالا گیا ان کا اپنا فیصلہ تھا کہ کوئی شوگر مل 25 فیصد سے زیادہ سٹاک نہیں کر سکتی۔ اب میں بتانا چاہوں گا کہ جے ای ڈبلیو مل نے 25 فیصد کی بجائے 63.8 فیصد سٹاک کیا۔ تاندلیانوالہ شوگر مل نے 83.1 فیصد چودھری شوگر مل نے 70.8 فیصد سٹاک کیا۔ انڈس شوگر مل نے 82.0 فیصد سٹاک کیا۔ یہ جہانگیر ترین، جناب ہمایوں اختر، چودھری شجاعت حسین اور دریشک صاحب کی شوگر ملیں تھیں جنھوں نے 25 فیصد کی بجائے 80 فیصد سٹاک کیا۔

جناب والا! میرا آخری سوال یہ ہے کہ اگر میں نے یہاں کھڑے ہو کر پیپلز پارٹی کے ذکاء اشرف کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے۔ اگر میں نے یہاں کھڑے ہو کر پیپلز پارٹی کے ذوالفقار مرزا کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے یا ادھر کھڑے ہو کر چودھری شجاعت حسین، ہمایوں اختر اور دریشک کی شوگر مل کا کیس لڑنا ہے تو پھر میرا سوال ہے کہ اس ملک کی 15 کروڑ عوام کا کیس کون لڑے گا؟ ہم کسی کا کیس نہیں لڑنا چاہتے ہم کہتے ہیں کہ غیر جانبدارانہ تحقیقات کروائی جائیں لیکن اس ملک میں ان مراعات یافتہ اور بااثر طبقات کے خلاف کوئی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ گزشتہ سات سال سے نیب

میرے خلاف سیاست دانوں کے خلاف چاہے وہ کیبنٹ میں بیٹھے ہوں چاہے ادھر بیٹھے ہوں تحقیقات کر رہا ہے لیکن پورے سات سال میں نیب کے پاس عوام کا صرف ایک کیس آیا۔ سات سال میں واحد کیس آیا جو عوام کا کیس تھا لیکن نیب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی کہوں گا کہ یہ جو پہلے صفحے پر دو فقرے ہیں اگر یہ ان فقروں کو ختم کر دیں تو میں مان لوں گا کہ اس ملک میں سیاسی استحکام بھی ہے اور اقتصادی استحکام بھی ہے۔ بہت شکریہ

MR. DEPUTY SPEAKER: Thank you. Next speaker is Dr. Sohail Zafar Cheema.

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو چوتھا ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب، وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک، تمام کیبنٹ اور معزز اراکین اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آج بجٹ پر بحث کا چوتھا اور آخری دن ہے لیکن معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ میں ان چار دن میں یہ امید ہی کرتا رہا کہ اپوزیشن کی طرف سے کوئی مثبت تجاویز آئیں گی لیکن ہماری یہ بد قسمتی ہے کہ ہمارے معزز ایوان میں بجٹ اجلاس کو بھی سیاسی تقریروں کی نذر کر دیا گیا۔ ہماری اپوزیشن کے معزز اراکین کے لئے ایک بڑی پرانی مثال ہے کہ ہمارے ایک پینٹر نے اپنی زندگی کی بہترین کاوش ایک تصویر کی صورت میں بنائی اور اس نے سوچا کہ اس میں کوئی غلطی نہیں ہو گی لیکن اس کی بد قسمتی کہ جب اس نے تصویر کے نیچے caption لگایا تو اس پر لکھا کہ اگر آپ کو کہیں پر بھی کوئی غلطی محسوس ہو تو اس کے اوپر دائرہ لگا دیں۔ اس نے جب اگلے دن دیکھا تو پوری تصویر دائروں کے ساتھ بھری ہوئی تھی۔ وہ بڑا پریشان ہوا اور اس نے رانا ثناء اللہ صاحب جیسے عقلمند دوست سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ اب سب سے بری تصویر بناؤ اور نیچے caption یہ لکھو کہ اگر اس تصویر میں کوئی بھی غلطی محسوس ہو تو اسے درست کر دیں۔ وہ تصویر ایک یا دو مہینے لگی رہی لیکن وہاں ٹھیک کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

جناب سپیکر! مہنگائی کے بارے میں کئی لوگوں نے باتیں کیں۔ ٹھیک ہے مہنگائی ہوئی لیکن نہ تو کسی بندے نے اس کا کوئی حل پیش کیا نہ اس کی وجہ بیان کی۔ انگریزی کا ایک بڑا مشہور محاورہ کہ If you are not part of solution then you are the part of

problem ہم لوگ problems کی بات تو کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس solution بالکل نہیں ہوتے۔ماشاء اللہ یہ گریجوایٹ اسمبلی ہے اور آپ سب کو مہنگائی کی وجہ کا پتا ہے آج سے تقریباً چار سال پہلے انٹر نیشنل مارکیٹ میں تیل کے ریٹ 11ڈالر فی barrel تھے لیکن آپ دیکھیں کہ دنیا میں 75ڈالر فی barrel تیل مل رہا ہے۔حکومت اسے کتنا subsidize کرے۔اس وقت دنیا میں سات سو گنا ریٹ زیادہ ہو گئے یقیناً ہماری جتنی بھی goods ہیں جتنی بھی products ہیں ان کی قیمتیں بڑھیں گی۔گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے اور میں آپ کو یقین دلانا چاہوں گا کہ اللہ کے فضل وکرم سے گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس ہے۔

جناب سپیکر!ہم لوگ اپنی right direction میں جا رہے ہیں۔میں تھوڑا سا آپ کے سامنے بجٹ سے متعلق اعداد و شمار اپوزیشن کی نذر کرنا چاہوں گا۔ہماری حکومت سے پہلے جو کچھ آخری حکومتیں آئیں جس میں پیپلز پارٹی کی حکومت 96-1993 میں آخری دفعہ آئی۔اسی طرح مسلم لیگ(ن) کی حکومت جو 1997تا1999 میں آئی اس کا comparison اور ہمارا آج کا جو بجٹ ہے اس کے comparison میں ضرور آپ کی نذر کرنا چاہوں گا۔تعلیم کے سلسلے میں بات کرتے ہوئے یہاں سے ہمارے اپوزیشن کے ممبران صحت کی بات کرتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں صاف پانی کی بات کرتے ہوئے بھی تھکتے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر!ہماری معزز پیپلز پارٹی کی حکومت نے جو کہ 96-1993 میں برسر اقتدار تھی اس میں محمد افضل سندھو صاحب جو تھے اور یہ ریکارڈ کی بات ہے وہ اس وقت وزیر خزانہ تھے۔اس وقت محکمہ تعلیم کے لئے جو ٹوٹل بجٹ رکھا گیا وہ 2۔ارب 72کروڑ روپے تھے۔مسلم لیگ کی جو حکومت تھی جس میں سردار ذوالفقار علی کھوسہ وزیر خزانہ تھے اور انہوں نے 99-1998 میں جو بجٹ تقریر کی اس میں ٹوٹل 2۔ارب اور 57کروڑ روپے ایجوکیشن سیکٹر میں رکھا گیا۔آج اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے جو دریشک صاحب نے پچھلا بجٹ پیش کیا اس میں 07-2006 میں 1.2۔ارب 48کروڑ روپے ایجوکیشن سیکٹر میں رکھا گیا ہے۔اس کے بعد آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کہاں پر خرابی ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے ذہنوں میں زیادہ خرابی ہے۔اس کے بعد صحت کے سیکٹر کی میں بات کرتا ہوں ہمارے ڈاکٹرز صاحبان جناب اسد صاحب اور دوسروں نے بھی جو تقریر کی ہیلتھ سیکٹر کا یہ عالم تھا کہ 97-1996 میں پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں ایک ارب 26کروڑ ٹوٹل ہیلتھ سیکٹر کے لئے رکھا گیا۔مسلم لیگ(ن) کے زمانے میں 99-1998 میں ایک ارب 45کروڑ روپے

صرف رکھا گیا۔اس کے بعد آج ہماری حکومت نے اللہ کے فضل وکرم سے 4۔ارب 30 کروڑ روپے کا ترقیاتی بجٹ رکھا ہے۔یہ میں سارے ترقیاتی بجٹوں کی بات کر رہا ہوں۔اسی طرح میں پبلک ہیلتھ سیکٹر کی بات کرتا ہوں کہ ٹوٹل 2۔ارب 9 کروڑ روپے جو ہے 98-1997 میں پیپلز پارٹی کے دور میں رکھا گیا اور مسلم لیگ (ن) کی گورنمنٹ نے آ کر اور کم کر دیا۔ایک ارب اور 72 کروڑ روپے ٹوٹل ترقیاتی بجٹ رکھا گیا۔اب پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے اللہ کے فضل وکرم سے 5۔ارب اور 20 کروڑ روپیہ پبلک ہیلتھ سیکٹر میں مختص کیا ہے۔اسی طرح آپ روڈز کی بات کریں۔میرے ایک معزز دوست سمیع اللہ خان صاحب خزانوں کی بات کر رہے تھے۔خزانہ یہ تھا اور ہم لوگ عوام کے لئے کیا کر رہے تھے۔اس کے بارے میں اب روڈ سیکٹر کو آپ دیکھ لیں پیپلز پارٹی کے 97-1996 کے دور اقتدار میں جو بجٹ ہے اس میں 93 کروڑ اور 50 لاکھ روپے مختص کئے گئے۔یعنی ایک ارب سے بھی کم روڈ سیکٹر میں رکھا اور اس کے بعد جب مسلم لیگ (ن) کی حکومت آئی تو انہوں نے عوام کے ساتھ بڑی مہربانی کی اور اس مد میں ایک ارب اور 53 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔اب اللہ کے فضل وکرم سے 14۔ارب روپے مختص کئے ہیں جو شاید آپ کا ٹوٹل ڈویلپمنٹ بجٹ ہوگا اس کو ہم نے روڈ سیکٹر میں اللہ کے فضل سے رکھا ہے۔

جناب والا! یہ ایک موازنہ تھا جو ایجوکیشن ہیلتھ اور روڈ سیکٹر کا تھا۔ہمارے اپوزیشن کے دوستوں کو ایجوکیشن کا درد بہت ہوتا ہے اب اس کا بہتر ثبوت آپ کے سامنے ہے۔پنجاب گورنمنٹ ملک کی پہلی گورنمنٹ ہے جو ہماری موجودہ حکومت ہے جو صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کے vision کے مطابق ملک میں ترقی اور infrastructure development پر کام کر رہی ہے۔آپ کے سامنے 100۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ آج تک کوئی بھی گورنمنٹ پیش نہیں کر سکی۔اپوزیشن کے پاس ہمیشہ ایک alternative programme ہوتا ہے جس پر بات ہوتی ہے کہ ہیلتھ سیکٹر میں انہوں نے یہ کیا ہے اور ہم یہ کریں گے۔ایجوکیشن میں اگر یہ اس طرح کے پروگرام شروع کر رہے ہیں تو ہم یہ کریں گے۔آپ مجھے یہ بتائیں کہ کسی اخبار میں اسمبلی کے اس فورم میں جہاں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ alternative programme دیں۔آج تک اپوزیشن نے اپنا کوئی نعم البدل پروگرام دیا ہے۔سوائے تنقید برائے تنقید کے یہاں پر اور کوئی دوسرا کام ہوتا ہی نہیں ہے۔آپ نے اگر یہاں سے راولپنڈی تک پہنچنا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ .What we want ہم پہنچیں گے کیسے۔.How we do that اور ہم اس کو کیسے

کریں گے لیکن نہ تو ہمیں یہ پتا ہے کہ ہماری منزل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں یہ پتا ہے کہ ہم نے وہاں پہنچنا کیسے ہے؟ ہم صرف اور صرف یہ بات کریں گے کہ جناب وردی غلط ہے۔جناب وردی کیوں غلط ہے؟ اگر کوئی آپ کے پاس alternate پروگرام ہے کہ جی مشرف صاحب کو ہٹادیں، پرویزالٰہی صاحب کو ہٹادیں لیکن عوام کو اس کا alternate پروگرام تو دیں۔آپ عوام کو دینا کیا چاہتے ہیں اب ہم کیا دینا چاہتے ہیں؟ What we want ہماری گورنمنٹ کا کیا ایجنڈا ہے؟ ہم بے روزگاری کو کم کرنا چاہتے ہیں 100 فیصد خواندگی ہم چاہتے ہیں کہ ہو جائے۔اللہ کے فضل سے ہم اس کو بہت جلد achieve بھی کر لیں گے۔poverty elimination جو ہے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے ہم اس کو بھی بہتر کرنا چاہتے ہیں۔ہیلتھ سیکٹر ریفارم کے ذریعے سے ہم اس کو improve کرنا چاہ رہے ہیں۔اس کے علاوہ crime rate بھی ایک مسئلہ ضرور ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اپنی بات کو wind up کریں۔

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! مجھے پچھلی دفعہ بھی موقع نہیں ملا تھا اس لئے میں آپ سے تھوڑا سا وقت زیادہ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی فرما کر wind up کرنے کی کوشش کریں کیونکہ ابھی لمبی لسٹ ہے۔

سپیشل اسسٹنٹ برائے وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی ایجوکیشن سیکٹر پر بھی بات کرتا چلوں۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب کو اور وزیر تعلیم کو کہ اتنی زبردست کوشش کی ہے کیونکہ کوئی بھی ملک تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! میں رانا ثناء اللہ خان صاحب اور پیپلز پارٹی کے معزز دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے پرانے بزرگ ہیں اور میرے والد صاحب بھی اس اسمبلی میں ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ہم نے اس تعلیم کے سیکٹر پر اتنا ظلم کیا کہ نان ٹرینڈ میٹرک پاس ٹیچر ہم نے بھرتی کئے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ پورے پنجاب میں آج جو ایجوکیشن کا بیڑہ غرق ہوا ہے وہ اسی وجہ سے ہوا ہے اور ہم نے بغیر کسی میرٹ کے ان لوگوں کو بھرتی کر لیا جو آج ایجوکیشن سیکٹر میں ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح پھنسے ہوئے ہیں۔آج کے کمپیوٹر کے زمانے کے بچوں کو کیسے وہ educate کریں گے۔اس وقت ہماری حکومت نے تقریباً 25ہزار سکولوں کو missing facilities provide کی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ دو سال میں پنجاب کے اندر اللہ کے فضل سے کوئی سکول ایسا نہیں ہوگا جہاں پر missing facilities کی صورت میں کوئی problem

آئے۔اسی طرح پنجاب گورنمنٹ کا کارنامہ میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ آپ اپنے ارد گرد کے ملکوں کی طرف نظر دوڑائیں کتنے ملک ہیں جہاں پر فری ایجوکیشن ہے۔یہ ہمارا پنجاب گورنمنٹ کا کارنامہ ہے جس کی دوسرے صوبے تقلید کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے ہمارا drop out rate بہت زیادہ تھا ہم نے ان کو -/200 روپے ماہوار stipending دیا جس کی وجہ سے آج ہمارا drop out rate لڑکیوں کا خاص طور پر بہت کم ہو گیا ہے۔جناب میرے بھائی احمد نے جنوبی پنجاب کے متعلق کہا تھا ان کو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر یہ انہی کا پروگرام ہے۔اسی طرح سے مفت کتابیں بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔اسی طرح سے 90 ہزار ٹیچرز کے لئے جو ہم نے ٹیچرز ٹریننگ پروگرام شروع کیا ہے یہ بھی ہماری حکومت کا ایک زبردست کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر! Human resource development جو ہے وہ کسی بھی ملک کے لئے انتہائی اہم ہے۔جتنے بھی ہمارے ترقی یافتہ ملک ہیں وہاں پر human resource کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ہماری بد قسمتی کہ اس سے پہلے جتنی بھی ہماری حکومتیں آئیں انہوں نے اس سیکٹر پر کوئی کام نہیں کیا۔آج یہ عالم ہے کہ اگر ہمیں کہیں پر کوئی ٹرینڈ بندے بھیجنے پڑیں جیسے اس وقت کینڈا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے اسی طرح دوسرے ملکوں کو بھی افرادی قوت کی ضرورت ہے اور even ہمارے پاکستان میں بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے لیکن ہمارے پاس ٹرینڈ لوگ موجود نہیں ہیں۔اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے ٹیوٹا اور ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے ذریعے سے ہم ہنر مند لوگ تیار کر رہے ہیں۔اس کے علاوہ گجرات میں جو یونیورسٹی ہے اور ابھی جو دو یونیورسٹیاں جو اللہ کے فضل سے سیالکوٹ روڈ پر ابھی وزیر اعلیٰ صاحب نے بنانے کا اعلان کیا ہے۔اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ ٹریننگ کا جو factor ہے اس پر بھی کافی توجہ دی گئی ہے اور اس سے ہمیں کافی فائدہ ملے گا۔

جناب سپیکر! ہمیشہ سمال اینڈ کاٹیج انڈسٹری جو ہے وہ کسی بھی ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔اللہ کے فضل سے ہمارا جو rural modernization programme ہے اس کے متعلق وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا ہے اور ہمارے بجٹ میں بھی آیا ہے تقریباً اس سے تین ملین لوگوں کو روزگار اللہ کے فضل سے ملے گا۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر سیکٹر جو سب سے اہم ہے میں اس پر تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے بھائی سمیع اللہ صاحب نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈیمز کے بارے میں بات کی۔ یہ ہماری پہلی گورنمنٹ ہے جس نے اللہ کے فضل و کرم سے ڈیمز کا نہ صرف اعلان کیا بلکہ بھاشا ڈیم کی صورت میں ڈیم پر کام شروع ہو چکا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے جناب سمیع اللہ کو بتانا چاہوں گا کہ پیپلز پارٹی وہ واحد جماعت ہے جو پہلے دن بھی کالا باغ ڈیم بنا سکتی تھی، وہ آج بھی ہماری مدد کر سکتی ہے لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ یہ کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ اس طرح سے ہو۔ ایک طرف یہی پارٹی سندھ میں مخالفت کرتی ہے دوسری طرف یہاں پنجاب میں نعرے مارتی ہے کہ کالا باغ ڈیم بننا چاہئے ان کی دوغلی پالیسی کو پنجاب کے عوام اب بڑے اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں۔

وزیر زرعی مارکیٹنگ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر زرعی مارکیٹنگ: جناب سپیکر! ابھی محترم سمیع اللہ خان صاحب نے یہاں پر گفتگو فرمائی میں ان کی correction کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے چودھری شوگر ملز کی ownership چودھری شجاعت حسین صاحب کے نام سے منسوب کی۔ میں correct کرتا چلوں کہ وہ میاں نواز شریف کی مل ہے اور دوسری بات میں on the floor of this august House میں حلفاً کہتا ہوں کہ اگر چودھری شجاعت حسین صاحب یا ان کے خاندان میں کسی مل نے شوگر کو سٹاک کیا ہے تو بحیثیت ایگریکلچرل مارکیٹنگ منسٹر میں resign کر جاؤں گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ آج ان کا resign آئے گا لیکن یہ شاید جوش جذبات میں resign کا کہہ گئے ہیں۔ میرے پاس فیڈرل پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی رپورٹ ہے جو میں ایوان میں آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہوں اور اس میں، میں نے اپنی طرف سے اور نہ ہی میں نے اخبار میں یہ پڑھ کر بلکہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی جس کے چیئر مین میرے خیال میں ملک اللہ یار صاحب ہیں اس کمیٹی کی findings اس دن کے پاکستان کے تمام قومی پریس میں آئی ہیں۔ جس میں ساری ملوں کی تفصیل اور جتنا جتنا سٹاک ہے اور فیڈرل ایگریکلچر سیکرٹری جو گورنمنٹ کو represent کر رہا تھا اور ڈاکٹر اشفاق جو میرے خیال میں اکنامک ڈویژن کو represent ہیں انہوں نے ان facts کو تسلیم کیا اور انہوں نے کہا کہ کمیٹی کو جو facts مہیا کئے گئے ہیں یہ facts ہم پرائم منسٹر کے knowledge میں لائے تھے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چونکہ It is matter of record. یہاں پر جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ریکارڈ کا حصہ بن جاتا ہے۔ رانا قاسم نون صاحب نے ایک چیز کی correction تو کر دی کہ چودھری شوگر ملز کی ownership میاں نواز شریف صاحب کی ہے جو کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ گوجرہ میں ہے لیکن جہاں تک Monoply Control Asset کے متعلق پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں جو debate ہوئی اور جس کا reference سمیع اللہ خان دے رہے ہیں میرا خیال ہے He is misinterpreting it جو Monoply Control Asset کی بات ہے اس میں بھی شوگر ملز کے پاس لائسنس تھا to import suger into this country and provide it on the subsidized rates. چودھری شوگر ملز کے پاس بھی وہ لائسنس تھا اور انہوں نے اس کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور -/42 روپے پر بیچا تو مہنگائی کا ذمہ دار کون ہوا؟ اور باہر آپ کے پاس کمپیوٹر پر شوگر ملز ایسوسی ایشن کے figures موجود ہیں۔ I can challenge it on the floor of the House. آپ نکال کر لے آئیں 70 percent of the Monoply Control Asset lies with them. اگر چینی کی مہنگائی ہے تو وہاں پر ہے یہاں پر نہیں ہے۔

MR. DEPUTY SPEAKER: Let us come down to the debate now. We have to wind up. (قطع کلامیاں)

خان صاحب! آپ نے point raise کیا انہوں نے جواب دے دیا۔ That is understood.

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اس ہاؤس میں ٹائم رکھ لیں اور اگر ان کو ہے کہ چودھری شجاعت حسین یا جو نام میں نے لئے ہیں وہ نہیں ہیں تو آپ یہ کیس نیب کو دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! میں next time آپ کو ٹائم دوں گا۔ اب میں محترمہ شہناز سلیم کو دعوت دوں گا۔

محترمہ شہناز سلیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! 14۔جون کو 2006-07 کا بھاری بھر کم اور معتبر بجٹ پیش ہو چکا ہے جو ماشاء اللہ اس حکومت کا چوتھا بجٹ ہے۔ اس بجٹ کی ہر چیز پر بات ہو چکی ہے۔ میں چند تجاویز اور گزارشات کرنا چاہوں گی۔ اس میں ترقیاتی

بجٹ کے لئے100۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں سے 23۔ارب روپے special infrastructure programmeکے لئے مختص کئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ rapid mass transit systemکے لئے بھی پیسا رکھا گیا ہے۔اس میں light engineering, triangleاور اس طرح کے ترقیاتی ماڈلز کے لئے جو پیسے رکھے گئے ہیں یہ سارے پیسے لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ لاہور موٹروے کے لئے رکھے گئے ہیں۔ light engineering triangel Lahore, Sialkot, Gujranwala, Gujrat, Sheikhupuraپر محیط کیا گیا ہے اور اسtriangelکو بہترین ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کی سہولیات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! ہم سنٹرل پنجاب کی ترقی کے مخالف نہیں ہیں لیکن یہ سہولیات جنوبی پنجاب میں رہنے والوں کو بھی برابر بہم پہنچائی جائیں تاکہ اس خطہ میں رہنے والے لوگوں کو احساس محرومی نہ ہو۔

جناب سپیکر! سیالکوٹ لاہور موٹروے کے لئے رقم مختص کی گئی ہے حالانکہ یہ موٹروے لاہور سے بذریعہ فیصل آباد، ملتان جانی تھی اور ملتان سے ڈیرہ غازی خان، انڈس، سپر ہائی وے کوtouchکرنی تھی جہاں سے گوادر سی پورٹ بلوچستان، سندھ سے آنے والی ٹریفک نے گزرنا تھا لیکن اس کے لئے بجٹ میں کوئی پروگرام نہیں ہے حالانکہ ڈی جی خان چاروں صوبوں کو ملانے والا ضلع ہے۔ چاروں صوبوں کی ٹریفک اس ضلع سے گزر کر جاتی ہے۔

جناب والا!! اسی طرح ایک اور ترقیاتی پراجیکٹ کی بات ہے جرمنی کی یونیورسٹی آف برلن حکومت پنجاب وفاقی ہائر ایجوکیشن کمیشن کے اشتراک سے انجینئرنگ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے۔ اس طرح کی ایک یونیورسٹی کا قیام جنوبی پنجاب کے کسی بھی علاقے میں عمل میں لایا جائے۔ سنٹرل پنجاب میں جنوبی پنجاب کی نسبت پہلے سے ریسرچ اور تعلیمی سہولیات موجود ہیں۔ سنٹرل پنجاب کی طرح اس قسم کے ترقیاتی پروگرام اور فنڈز جنوبی پنجاب کو دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! فنڈز کی کمی کی وجہ سے جنوبی پنجاب کے لوگ جو محرومیاں محسوس کرتے ہیں تو اس سے ان کی سوچ negative ہو رہی ہے۔ ویسے بھی آبادی کے حساب سے allocate کئے گئے فنڈز سے جنوبی پنجاب کا حصہ 40۔ارب روپے بنتا ہے جو نہیں دیا گیا۔ جنوبی پنجاب میں ٹیکسٹائل ملیں لگائی جائیں، وہاں وافر مقدار میں خام مال موجود ہے اس طرح بے روزگاری کا خاتمہ ہوگا اور علاقے میں ترقی ہوگی۔ اسی طرح پرائیویٹ سیکٹر سے بے روزگاری کا خاتمہ ہوگا اور لوگوں

کو روزگار مہیا ہو گا۔

جناب سپیکر!جنوبی پنجاب کے ساتھ ناانصافی کو سابق صدر سردار فاروق احمد خان لغاری صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں اور اپنے بیان میں فرما چکے ہیں کہ جنوبی پنجاب کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔

جناب والا!ڈی جی خان میں پینے کے صاف پانی کی انتہائی کمی ہے۔لوگ خراب اور آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے گیسٹرو کی وباء پھیل گئی ہے۔صوبے کے تمام اضلاع کی نسبت ضلع ڈی جی خان میں اموات زیادہ ہوئی ہیں۔ایک مہینہ گزرنے کے باوجود گیسٹرو کے مریض ہسپتال میں آ رہے ہیں۔اس وباء سے بچاؤ کے لئے Filtration Plant فوری لگانے کی اشد ضرورت ہے۔

جناب سپیکر!ہم جنوبی پنجاب کو سنٹرل پنجاب سے الگ نہیں مانتے لیکن جناب!بجٹ میں جنوبی پنجاب کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر حصہ نہیں دیا گیا۔ہم جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں تو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے۔کل منسٹر صاحب جنوبی پنجاب کو سرائیکی بیلٹ کہہ کر پکار رہے تھے، کیا اس سے لسانی تعصب نہیں پھیل سکتا؟

جناب والا!اس کے علاوہ ملک میں مہنگائی کو بین الاقوامی منڈی میں تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے جوڑ کر خود کو بری الذمہ قرار دیا گیا ہے جبکہ بے تحاشا مہنگائی کی وجہ سے عوام مشکلات کا شکار ہیں، ضروری اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ہمارے ملک کا زیادہ تر حصہ دیہات پر مشتمل ہے۔مہنگائی کنٹرول کرنے کے لئے ہر دیہات میں راشن ڈپو بنائے جائیں تاکہ اشیاء خورد و نوش کم ریٹ پر مل سکیں۔کسی چیز پر سبسڈی دینا مہنگائی کنٹرول کرنے کا مستقل حل نہیں ہے۔

جناب سپیکر!شوگر مل مالکان کو سبسڈی دینے سے حکومت کے خزانے پر اضافی بوجھ پڑے گا۔مل مالکان کی جیبیں بھرنے کی بجائے عوام کو راشن کارڈ کے ذریعے سستی چینی فراہم کی جائے۔میاں نواز شریف صاحب کے دور میں چینی اتنی سستی اور وافر تھی کہ پاکستان انڈیا کو چینی ایکسپورٹ کرتا تھا لیکن اب پاکستان انڈیا سے چینی امپورٹ کر رہا ہے۔

جناب والا!اس کے علاوہ ملک میں افراط زر روز بروز بڑھ رہا ہے، پانچ ہزار اور دس ہزار کے نوٹ چھاپنے سے ملک کی کرنسی devalue ہو گئی ہے۔بنکوں نے عوام کو لیزنگ کے ذریعے

اپنا مقروض بنالیا ہے۔ بنکوں نے عوام کو لیزنگ کے چکر میں ڈال دیا ہے، کاریں، فرنیچر، اے سی، الیکٹرونکس کا سامان حتیٰ کہ موبائل فون تک لیزنگ پر دیئے جارہے ہیں۔ عوام قرضوں اور مارک اپ کی ادائیگی میں جکڑے جارہے ہیں اور بنک مارک اپ کی صورت میں ڈھیروں منافع کمارہے ہیں۔ یہ بھی مہنگائی کا ایک سبب ہے۔ حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی واضح پالیسی مرتب کرے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں کورٹ فیس کی کمی کا ذکر کیا گیا ہے۔ عوام کو مفت اور فوری انصاف مہیا کرنے کے لئے کورٹ فیس بالکل ختم کر دی جانی چاہئے۔ کورٹ فیس کی وجہ سے غریب لوگ مقدمات درج نہیں کراتے اور نہ ظالم کے خلاف آواز اٹھا سکتے ہیں۔ کورٹ فیس کے خاتمے سے غریب عوام اپنی دادرسی کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں۔

جناب والا! یہاں خواتین کے فنڈز کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ میرے خیال میں خواتین کو نظرانداز ہی کیا گیا ہے۔ صوبائی بجٹ میں خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے خاطر خواہ فنڈز اور سکیموں کا نہ رکھنا حکومتی دوعملی کا ثبوت ہے ایک طرف تو حکومت خواتین کو سیاسی، سماجی اور معاشرتی لحاظ سے مستحکم کرنے کی دعویدار ہے جبکہ دوسری طرف صوبائی بجٹ میں انھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ میری رائے ہے کہ ضلع اور تحصیل سطح پر عورتوں کے لئے Resource and Crisis Centres بنائے جائیں، فوری اور سستا انصاف فراہم کرنے کے لئے Women Courts قائم کی جائیں۔ دوردراز تعینات خواتین ملازمین کو ان کے گھروں کے قریب ٹرانسفر کیا جائے اور ملازم خواتین کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ بیس کروڑ کا بجٹ خواتین کے لئے بہت کم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، روکھڑی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! سکولوں میں بھی لنچ بریک ہوتی ہے، اسمبلی میں لنچ بریک نہیں ہے۔ اب چار بج چکے ہیں ہم نے کوئی گناہ تو نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے سوچا کہ ظہر کی نماز کے وقفے میں آپ سب کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔

وزیر مال: آپ آدھے گھنٹے کی لنچ بریک کر دیں۔ ہم دوبارہ آ جائیں گے اور رات تک بیٹھے رہیں گے۔

جناب نجف عباس خان سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ روکھڑی صاحب

نے جو بات کی ہے وہ بھی حقائق پر مبنی ہے لیکن نماز کے وقفے میں کیانی صاحب نے برملا تمام ایم پی ایز کو کہا ہے کہ آئیں اور جس نے کھانا کھانا ہے وہ کھالے۔ یہ ہمارے جھنگ کے دو چار ایم پی ایز ساتھ بھی لے کر گئے ہیں۔ آدھے پون گھنٹے کی بریک ہوتی ہے۔ اگر روکھڑی صاحب نے کھانا نہیں کھایا تو آئندہ یہ بات ان کو clear ہونی چاہئے کہ ظہر کی نماز کے وقفے میں کھانا کھالیا کریں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب والا! ایک تجویز ہے if you could kindly arrange snacks in the lobby for everyone کیونکہ یہ ایک genuine problem ہے۔ We should have coffee and tea in the lobby

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں تقریر کرنے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے

And the Chair has been requesting the members to give their names on the first day, second day and third day but unfortunately today I have got a long list. Nobody was interested at that time and now everyone wants to speak today.

The Finance Minister has to wind up today and reply from the opposition has to come, therefore, I would suggest that

اگر کسی کا نام رہ گیا ہے تو should not mind اور وہ مہربانی کر کے cut motions پر یا ضمنی بجٹ پر تقریر کر لیں۔ میں اس وقت انھیں ٹائم دوں گا۔ اب میں وزیر خزانہ کو wind up کے لئے دعوت خطاب دیتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

سالانہ میزانیہ بابت سال 07-2006 پر وزیر خزانہ کی اختتامی تقریر

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کا حکومتی بنچوں اور اپوزیشن کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے چار دن بجٹ کے اوپر اپنی سیر حاصل بحث کی، مثبت تجاویز بھی سامنے آئیں اور کچھ ایسی باتیں بھی کی گئیں کہ جو صرف تنقید برائے تنقید کے زمرے میں آتی تھیں۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر راجہ محمد شفقت عباسی، ایم پی اے ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا۔ میں اپنے پہلے بجٹ کے متعلق بات کروں گا جو 04-2003 میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کی حکومت نے

پیش کیا۔

جناب والا!آپ سیاسی عمل کا ہمیشہ سے حصہ رہے ہیں۔آپ بخوبی واقف ہیں کہ سے سیاسی حکومتوں پر ہمیشہ اعتراض کیا گیا ہے اور ان پر تنقید کی گئی ہے کہ جب ایک سیاسی حکومت تبدیل ہوتی ہے اور ایک نئی سیاسی حکومت آتی ہے تو وہ پچھلے منصوبوں کو مکمل طور پر روک دیتی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ تین دن بجٹ پر بحث ہوئی ہے اور ہم یہاں پر چھ سات بجے تک بیٹھتے رہے ہیں۔اب ہمارے صرف تین چار آدمی رہ گئے ہیں۔وہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ بات کریں گے۔اب 20/15 منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا۔اس میں گزارش یہ ہے کہ ہم نے بجٹ تقاریر کی ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ جب وزیر خزانہ اس کو wind up کریں تو ہم بیٹھ کر ان کی بات کو سنیں۔اس بات سے خواہ مخواہ کی بدمزگی پیدا ہوئی ہے۔میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ دل کو تھوڑا سا بڑا کریں اور ان تین آدمیوں کو ٹائم دے دیں، پندرہ منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔میں لاء منسٹر صاحب سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ بھی اس بات کو otherwise نہ لیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔جب ہم سات سات بجے تک بیٹھے ہیں تو ان پندرہ منٹ سے کیا فرق پڑے گا؟آج ایک ایک آدمی نے 20/20 اور 25/25 منٹ بھی بات کی ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ لاء منسٹر صاحب سے اس بارے میں رائے لے لیں۔مجھے امید ہے کہ وہ بھی اس بات کو مثبت انداز میں لیں گے اور اس سلسلے میں ان تین دوستوں کی بات بھی آ جائے اور ان کے بعد وزیر خزانہ wind up کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔یہ بالکل درست بات ہے کہ پہلے دن آپ کو یاد ہوگا اور سارا معزز ایوان اس بات کا شاہد ہے کہ اجلاس ہمیں سات بجے ختم کرنا پڑا کیونکہ کوئی بھی معزز رکن اس وقت بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور آج بھی جو دوست بات کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے تین دن آئے ہی نہیں ہیں اور آج آخری دن آئے ہیں۔یہ بات پہلے دن بھی آپ نے فرمائی کہ یہ پریشر پھر آخری دن built-up ہوگا۔میری استدعا یہ ہے کہ جو تین دوست رانا صاحب فرما رہے ہیں آپ ان تینوں کے نام لے لیں اور ضمنی بجٹ میں سب سے پہلے ان کو ٹائم

دیں،کٹ موشنز میں سب سے پہلے ان کو ٹائم دیں اور کٹ موشنز کے متعلق بھی میں گزارش کروں گا کہ یہ آپس میں طے کر لیں کہ کس دوست نے کتنا بولنا ہے۔اپوزیشن کی طرف سے بعض دوست ایک ایک گھنٹہ بھی بولے ہیں،ایک گھنٹے سے زیادہ بھی بولے ہیں اور بعض دوستوں کو پانچ منٹ بھی ٹائم نہیں ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو دوست بات کر رہا ہوتا ہے،ٹائم consume کر رہا ہوتا ہے اس کو اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ he should not speak at the stake of others اس لئے میری آپ سے استدعا ہے چونکہ اب روایات کے مطابق فنانس منسٹر صاحب بات شروع کر چکے ہیں۔آپ تحمل مزاجی سے ان کی بات سنیں جو تین دوست رہتے ہیں they should ensure کہ جس دن سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو وہ وقت پر تشریف لائیں اور سب سے پہلے اپنی بات کا آغاز کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں کٹ موشنز اور سپلیمنٹری بجٹ پر بات کرنے کی تو بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے کہ کٹ موشنز پر بھی بات کریں گے اور سپلیمنٹری بجٹ پر بھی کریں گے۔اب بات یہ ہے کہ جب کل اور پرسوں چھ اور سات بجے تک بجٹ ڈسکشن پر دوستوں نے حصہ لیا،سب بیٹھے ہیں، میں یہاں پر آخر تک بیٹھا رہا ہوں اور لاء منسٹر صاحب بھی بیٹھتے رہے ہیں تو اب پندرہ بیس منٹ میں ایسا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ پھر شروع ہو جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: اس میں شروع ہونے والی کون سی بات ہے؟ دیکھیں بات یہ ہے کہ اس میں کوئی شروع ہونے والی بات نہیں ہے۔ یہ چیئر کے بالکل اختیار میں ہے اور اس سے پہلے چیئر کی یہ commitment ہے کہ جتنے دوست بھی بجٹ پر بات کرنا چاہیں گے ان کو بات کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: عرض یہ ہے کہ میری ذات کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے میں ساری رات بھی بیٹھ سکتا ہوں لیکن آپ لوگوں کا اپنا فیصلہ تھا اور یہیں سے آپ سب کہہ رہے تھے کہ جلد wind up کرائیں ہم تھکے ہوئے ہیں۔ کل بھی یہی بات ہوئی تھی، میں تو پھر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ جلدی وائنڈ اپ کریں تو میں نے وائنڈ اپ کر دیا۔آج بھی آپ لوگوں کی طرف سے آواز آئی ہے تو میں نے یہی سوچا کہ بات تو جو ہونی تھی وہ ہو گئی۔اب انہوں نے وائنڈ اپ کرنا ہے اس کے بعد آپ کی طرف سے جواب آنا ہے۔ لامحالہ آپ نے اپنے دوستوں کی

نمائندگی کرنی ہے جن پوائنٹس پر انہوں نے بات کرنی ہے وہ آپ کی طرف سے ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے جو فرمایا ہے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس پر میں آپ کو خراج تحسین بھی پیش کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ اب لاء منسٹر صاحب کی کورٹ میں بال ہے اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپوزیشن فنانس منسٹر کی concluding speech سنے تو اس بات کو مثبت لیں اگر وہ اس ماحول کو اس طرح سے نہیں چلانا چاہتے تو یہ ان کی مرضی ہے۔ اب میں لاء منسٹر صاحب سے کہوں گا کہ وہ آپ کے اس جملے کے بعد کہ آپ کو اعتراض نہیں ہے وہ جو فرماتے ہیں وہ ہم سن لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ میری عرض سنیں۔ اب چونکہ میں ان کو floor دے چکا ہوں۔ اب میں یہی expect کروں گا کہ جو میں نے floor دیا ہے آپ بھی بطور معزز ممبر میرے ساتھ تعاون کریں گے اس میں برا منانے کی بات نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر چودھری عبدالغفور، جناب اشتیاق احمد مرزا، راجہ ریاض احمد، جناب پرویز رفیق اور محترمہ نجمی سلیم ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب اس پر اور کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے اس جملے کے بعد میں لاء منسٹر صاحب کا response چاہوں گا کہ وہ اس پر کیا فرماتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں رانا صاحب کو شاید ان سے زیادہ ان کی طبیعت کو سمجھتا ہوں کیونکہ گزشتہ ایک طویل عرصے سے ہم اکٹھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ایک emotional بلیک میلنگ میں نہ لائیں۔ بات ایک اصول کی ہے۔ وہ لاء منسٹر کے کندھوں پر واک آؤٹ کرنا چاہتے ہیں اس لئے میری آپ سے استدعا ہے۔ میں آپ کے کہنے پر اپنے دوستوں سے جو اس وقت بات کرنا چاہتے ہیں، چودھری غفور صاحب، راجہ ریاض صاحب، اشتیاق صاحب ہیں پنڈی سے ان کا تعلق ہے میں ان سے request کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ضمنی بجٹ پر تینوں بھائی سب سے پہلے بولیں گے۔ میں ان سے request کر لیتا ہوں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ فنانس منسٹر صاحب کو continue کرنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پانچ منٹ کے لئے روک دیں اور راجہ صاحب ان سے بات کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری ایڈوائزری کمیٹی کی جب میٹنگ ہوئی تھی تو اس میں یہ طے ہوا تھا کہ بجٹ پر چار دن debate ہو گی۔ بد قسمتی یہ ہے کہ بعض ہمارے دوست اس debate میں شامل ہونا بھی چاہتے ہیں لیکن وہ خود اس میں شامل بھی نہیں ہوئے لیکن اگر یہ issue settle ہو جاتا ہے تو بہتر ہے اگر یہ issue settle نہیں ہوتا تو میں اس سے پہلے بجٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ بجٹ کے سیشن میں پانچ گھنٹے یہاں پر متواتر بیٹھنا بڑا مشکل کام ہے۔ جو منسٹر یا جو لوگ یہاں پر متواتر بیٹھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی ہمت ہے اور ہم بھی تھوڑا سا اس میں شامل ہیں اگر اس میں یہ کر دیا جائے کہ بجٹ سیشن میں کھانے کے وقت ایک گھنٹے کی بریک کر دی جائے تاکہ لوگ کھانا کھا لیں، اس سے میرا خیال ہے کہ اگر سیشن لمبا بھی چل جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ میں آئندہ کے لئے کہہ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ کی بات کو دیکھ لیں گے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! وائنڈ اپ تقریر شروع کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب کو آ لینے دیں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! راجہ صاحب انہیں agree کر لیں گے آپ منسٹر فنانس سے وائنڈ اپ تقریر شروع کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب خود اجازت لے کر گئے ہیں کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! وہ ان کو منا رہے ہیں۔

وزیر کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ آپ نے تین دن مسلسل اپوزیشن کو وقت دیا ہے۔ ہم نے یہاں بیٹھ کر ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ تک اپوزیشن کے دوستوں کی باتیں سنی ہیں اور بڑے صبر و تحمل سے سنی ہیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج جس وقت وائنڈ اپ تقریر ہو رہی ہے تو وہ دوست اس پر

اعتراض کر رہے ہیں کہ ہمیں پہلے موقع دیا جائے۔ آپ نے ان کا نام بھی پکارا ہے اور آپ نے ان کو floor بھی دے دیا ہے لیکن وہ اس بات پر بضد ہیں کہ ہمیں پہلے وقت دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بضد نہیں ہیں۔ انشاء اللہ معاملہ فہمی ہو جائے گی۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! یہ مناسب نہیں ہے اور یہ روایات کے خلاف ہے۔

(اس مرحلہ پر چودھری عبدالغفور، جناب اشتیاق احمد مرزا، راجہ ریاض احمد، جناب پرویز رفیق اور محترمہ نجمی سلیم ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ آ گئے ہیں۔ جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں گزارش کر رہا تھا کہ جتنی بھی سیاسی حکومتیں آتی رہیں، جب بھی ایک سیاسی حکومت کا اختتام ہوتا تھا ہمیشہ سے ایک رواج رہا ہے کہ جو سکیمیں چل رہی ہوتی تھیں، بھلے وہ کتنے بھی عوامی مفاد کی ہوتی تھیں ان کو روک دیا جاتا تھا۔ آپ میری اس بات سے ضرور اتفاق کریں گے کہ پولیٹیکل لوگوں کو تمام دوسرے ادارے جس میں بیوروکریٹس، جوڈیشری اور پریس شامل ہیں۔ ہر ایک کلنک کا ٹیکہ لگاتا تھا کہ پولیٹیکل لوگ اپنی ذاتی عناد کی وجہ سے ongoing بہتر سکیموں اور پراجیکٹس کو روک دیتے ہیں۔ میں 04-2003 کا حوالہ اس حوالے سے دینا چاہتا ہوں کہ چار سال کا عرصہ بغیر اسمبلیوں کے گزرا۔ 1999 میں اسمبلیاں معطل ہوئیں اگرچہ لوکل گورنمنٹ سسٹم inplace تھا لیکن ہمارے لوگ لوکل گورنمنٹ سسٹم سے اس طرح واقف نہیں تھے جس طرح وہ ایم پی ایز اور ایم این ایز سے اپنے کام کروانے کے عادی تھے۔ ایک طرف چار سال کے frustrated ایم پی ایز جو چاہتے تھے کہ ہمارا پولیٹیکل گورنمنٹ کا پہلا بجٹ ہے اور اس میں ہم اپنے اپنے حلقوں کی زیادہ سے زیادہ سکیمیں شامل کروائیں اور دوسری طرف وہ ہمیں اپنا کلنک دھونا تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ میں دوبارہ پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کے نوٹس میں یہ بات لا رہا ہوں کہ ہمارے اقلیت سے جو دوست پرویز رفیق صاحب اور نجمی سلیم صاحبہ ہیں اس سے پہلے جب شفقت عباسی صاحب کا معاملہ اٹھا تو انہوں نے اس گراونڈ پر واک آؤٹ کیا تھا کہ

اقلیتوں،اپوزیشن کی طرف سے کسی ایک کو بھی موقع نہیں ملا تو میں اس سلسلے میں چاہوں گا کہ آپ بھی اس بارے میں اپنے ریمارکس دیں اور آنے والے دنوں میں جب سپلیمنٹری بجٹ یا کٹ موشنز پر بات ہو تو اقلیتوں کو بھی properly accommodate کیا جائے۔ ہمارے لئے اقلیتی برادری قابل احترام ہیں۔ ہمارے ذہن میں قطعاً نہ کبھی بات آئی ہے اور نہ کبھی میں نے سوچا ہے۔ اگر انہوں نے محسوس کیا ہے تو میں کیانی صاحب سے request کروں گا کہ وہ ان کو منائیں۔ میں ان کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ان کا آئندہ پورا خیال کیا جائے گا اور آج میں تمام ان معزز ممبران کا مشکور ہوں کہ جنہوں نے اپنی ناراضگی کو ایک طرف رکھ کر ایوان میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی عظمت ہے اور اس ہاؤس کی عظمت ہے کہ this is the real democracy میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھا رول ادا کیا ہے اور میں اپنی طرف سے ان کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! بجٹ میں ایک جملہ لکھا ہے مجھے اس پر اعتراض ہے اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ minorities کے حوالے سے یہ درست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں میں آپ کو بعد میں تقریر کرنے کی اجازت دے دوں گا۔ وزیر صاحب نے شروع کر دی ہے وہ wind up کر لیں۔ میں ان کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کی خدمت میں عرض کر رہا تھا کہ 04-2003 کے پہلے مالی سال کے بجٹ میں تقریباً 70 فیصد وسائل ongoing schemes پر رکھے گئے جو کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا ایک بہت ہی دلیرانہ اور جرأت مندانہ قدم تھا کہ انہوں نے تمام سیاسی حکومتوں کے اس کلنک کو دھویا جو ان پر ہمیشہ لگایا جاتا تھا کہ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کرنا جس پر ہمیں political malice ملے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس سال کا جو ADP ہے جو 100۔ارب روپے پر محیط ہے۔ اگر آپ نو سالوں کے ADP's کو شامل کریں تو 91-1990 سے لے کر 99-1998 تک تو ان کا کل حجم 107۔ارب بنتا ہے۔ مجھے شدید مایوسی ہوئی۔ میں ان معزز اراکین کا نام نہیں لوں گا۔ بخدا ان کی تقریروں کے ایک ایک پوائنٹ کا میرے پاس جواب موجود ہے، ایک ایک جو انہوں نے نکتہ دیا۔ میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اتنے بڑے ADP اور اس بجٹ کے حجم اور اس بجٹ کی consistency دیکھ کر ان کے پاس کوئی

ایک بھی ایساsolidجواز نہیں تھا، ایساsolid criticismنہیں تھا جس کو میں اس میں واضح کروں۔

جناب والا!میں پچھلے پچاس سال کی بجٹ تقریروں کا حوالہ دیتا ہوں۔ ہر گورنمنٹ ہر سیکٹر میںover spendingکرتی رہی اور میں اپنے اپوزیشن کے ممبروں سے چاہوں گا کہ وہ پورے کھلے دل اور کھلے ذہن سے اس بات کو ضرور سنیں۔

جناب سپیکر!ایجوکیشن کی مد میں ایک ارب لگتا تھا اب 10۔ارب لگ رہا ہے، ہیلتھ میں 2۔ارب لگتا تھا اب 50۔ارب لگ رہا ہے، ہر حکومتspendingپہلے سے بے پناہ زیادہ کرتی رہی۔ کیا کسی حکومت کو یہ حوصلہ اور جرأت ہوئی کہ ہم اتنے وسائل خرچ کر کے نتیجہ کیا نکالیں گے اور اس کا رزلٹ کیا نکلے گا؟

جناب والا!جس دن میں اس صوبے کا بجٹ پیش کرنے لگا تھا اس دنcriticizeکیا گیا کہ بجٹ کوpublicکیا گیا۔ میں تو خود کہتا ہوں کہ آپ آج بھی چاہیں تو آپ آئندہ تین سال کے ہمارےprojectionsدیکھ سکتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے ڈویلپمنٹ کے فگرز دیکھنا چاہیں، آپ دیکھیں۔ اس میں کوئی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں تجویز دیں، آپ ہمارے current expenditure sideکےfigures دیکھنا چاہتے ہیں دیکھیں، اس میں کوئی اصلاح کی گنجائش ہے تو آپ ہمیں تجویز دیں۔ ہم نے اس سال اپنے لئےoutcomes fixکئے ہیں۔ میں آج کی اسwinding up speechمیں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ہم نے جو targets fixکئے ہیں وہ آئندہ سال میں سو فیصدachieveہوں گے۔ مگر میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ کچھ میں ہم بہتر رہیں گے، کچھ میں ہمat targetرہیں گے اور کچھ ایسے بھی محکمہ جات ہو سکتے ہیں کہ جن میں ہم اپنےtargets achieveنہ کر پائیں مگر میں اس ہاؤس سے اس چیز کیappreciationکا متمنی ہوں کہ ہم نے کم از کم اپنے ان اخراجات کو جو ہر سال تخمینہ جات بڑھ جاتے تھے۔ ہم نے ان کے لئے بتایا کہ ہم فلاں سال تک اپنے اس صوبے کو اتنا اتنا بڑھا کر سو فیصدliterate کر لیں گے یا سو فیصد اس میں صحت کی سہولتیں دے سکیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!پچھلے سال اور مختلف اوقات میں نیشنل فنانس کمیشن پر بہت بات کی جاتی رہی اور نیشنل فنانس کمیشن کے متعلق یہ بھی کہا جاتا رہا کہ پنجاب کا کوئی موقف نہیں ہے، پنجاب کے خلاف سازش ہو چکی ہے اور اس سازش کے اندرPresidencyنے اور وفاقی حکومت نے تینوں

صوبوں کو یقین دلایا ہے کہ پنجاب کی cost پر ان کا حصہ بڑھایا جا رہا ہے۔اگر کوئی اپنی غلطی تسلیم کرے اور کسی کے اچھے کام کو acknowledge کرے تو میرا خیال ہے کہ اس سے اس کا قد بڑھتا ہے اس کے قد میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

جناب والا! میرے پاس یہ Presidential آرڈر کی نقل ہے جو میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اخبارات میں بھی آ چکی ہے، باقی تمام فورمز پر بھی بتائی جا چکی ہے اور اسمبلی کے اندر بھی دی جا چکی ہے۔نہ صرف پاپولیشن کے سٹینڈ کو protect کیا گیا بلکہ ایک بہت بڑا resource جو کہ 2.5 فیصد جی ایس ٹی سے ہمیں ملتا تھا اس کی تقسیم کا سابقہ فارمولہ یہ تھا کہ وہ پہلے 37.5 فیصد population پر اور 62.5 فیصد collection پر تقسیم کیا جاتا تھا۔اس میں بھی population کی شرح بڑھائی گئی ہے یعنی اس کو بھی 50 فیصد population پر اور 50 فیصد collection کی بنیاد پر کیا گیا جس کا 100 فیصد فائدہ صوبہ پنجاب کو ہوا۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم ہر فورم پر یہ ضرور کہتے رہے ہیں کہ جو چھوٹے صوبہ جات ہیں ان کے حقوق کا تحفظ کرنا اور ان کو مطمئن کرنا بے پناہ ضروری ہے اور ان کو ہر حوالے سے compensate کیا گیا ہے by giving them subventions اگر 27۔ارب روپے کا ٹوٹل پول subvention کا بنایا گیا ہے تو اس میں پنجاب کو صرف 3۔ارب روپیہ مل رہا ہے، NWFP کو 9۔ارب روپیہ مل رہا ہے، بلوچستان کو 8۔ارب روپیہ مل رہا ہے اور سندھ کو 5۔ارب روپیہ مل رہا ہے اس لئے میں اپنے اپوزیشن کے معزز اراکین کو بہانگ دہل کہنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف پنجاب کا مؤقف protest ہوا ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں اپنے ایم ایم اے کے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی support بھی ہمارے ساتھ رہی۔(قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کا وقت مزید آدھ گھنٹے کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ پنجاب کے کچھ پسماندہ اضلاع کا ذکر کیا گیا، کچھ پسماندہ ڈویژنوں کا ذکر کیا گیا اور اس قسم کا تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ بہت زیادہ disparities بنائی جا رہی ہیں، بہت زیادہ تفاوت ہے۔میں صرف اس بات سے تو اتفاق کروں گا کہ یہ جو تاثر دیا جاتا ہے کہ پورا پنجاب خوشحال ہے ایسا نہیں ہے، کچھ علاقے بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی ترقی سے بہت پیچھے ہیں۔ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہم ان پسماندہ

علاقوں کو بھی اس کے برابر لائیں۔

جناب والا! یہاں پر جس طرح بیان کیا گیا، جس طرح تصویر کشی کی گئی کہ سول بیوروکریسی بیٹھی لاہور میں ہے، بجٹ بیوروکریٹس بنا رہے ہیں، فلاں ضلع کو کم حق مل رہا ہے، ہر چیز گجرات کو جا رہی ہے، ہر چیز فلاں شہر کو جا رہی ہے تو اکثر دوستوں کی دلچسپی نہیں ہوتی لیکن میں صرف ریکارڈ کی درستی کے لئے کچھ figures سامنے رکھتے ہوئے گزارش کروں گا کہ انہیں دیکھئے۔ اس سال ہمارے Provincial Finance Commission Award کا اعلان ہوا تو میں صرف ایک comparison دوں گا۔ آپ اس بات سے تو اتفاق کریں گے لاہور اور ملتان میں آبادی اور ہر حوالے سے بڑا فرق ہے۔ ملتان کو پچھلے سال کے مقابلے میں جو increase آئندہ Provincial Finance Commission Award کے تحت دی گئی وہ ایک ارب ہے اور لاہور کا ایک ارب 29 کروڑ روپیہ ہے۔

جناب سپیکر! اس ہاؤس کے لئے ایک دلچسپ statistics بتاؤں گا کہ گجرات ضلع بہت زیر بحث آتا ہے تو اس شہر کی increase over last year پچیس کروڑ روپے، راجن پور کی increase چھتیس کروڑ روپے، بھکر کی increase چونتیس کروڑ روپے، ڈیرہ غازی خان کی increase ساٹھ کروڑ روپے، مظفر گڑھ کی increase ایک ارب روپے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! موجودہ سسٹم کے تحت ہمارے تمام دوست اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کافی سارے subjects devolve ہو چکے ہیں اور کافی سارے کام ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کر رہی ہیں تو تقریباً 112- ارب روپیہ ایک فارمولا base طریقے سے تینوں tiers of District Governments کو جائے گا جس میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹس، ٹی ایم ایز اور یونین ایڈمنسٹریشنز مستفید ہوں گی اور یہ میں نے جو figure quote کئے ہیں صرف اس غلط تاثر کو dispel کرنے کے لئے دیئے ہیں کہ اس قسم کی جو بات کی جا رہی ہے وہ قطعی طور پر بے بنیاد اور سراسر غلط بیانی پر مبنی ہے۔ ADP کے حوالے سے میرے معزز بھائی رانا قاسم نون صاحب پہلے بات کر چکے ہیں لیکن میں پھر بھی یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ یہاں پر جو figures اس سال کے حوالے سے quote کیا گیا، تاثر یہ دیا گیا کہ 100- ارب روپے کا کل حجم ہے اور میرے پاس اس تقریر کا text ہے جو ڈاکٹر صدیقی صاحب نے فرمائی ہے۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر جاوید صدیقی اپنی نشست پر بیٹھے مسکرائے)

اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنا حوصلہ اور اتنی ہمت دی ہے کہ کتنی خوش دلی سے بیٹھے مسکرا بھی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ حوصلہ اور ہمت اسی طرح قائم و دائم رکھے۔ انہوں نے 5۔ارب روپے کا فرمایا تھا جبکہ اس کے برعکس میرے پاس 2006-07 کے figures ہیں جو 18۔ارب روپے کے ہیں۔(حکومتی بنچز سے شیم شیم کے نعرے)

خدارا! آپ لوگ محبتیں بڑھایئے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اپنے علاقے کی اصلاح کی بات کیجئے لیکن کسی کے خلاف زہر اور کینہ نہ بھریئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت سارے کل شعر پڑھے اور شعر سارے ہی تخت لاہور، تخت لاہور، تخت لاہور۔ سرائیکی کے کئی بہت اچھے اور خوبصورت بھی شعر ہیں۔ مختصراً ایوان کے سرائیکی دوست تو سمجھ پائے لیکن باقی نہ سمجھ پائے۔ پہاڑی نالے کو ہم سرائیکی میں "نے" کہتے ہیں اور "منی" کہتے ہیں کہ اس کا راستہ کیا ہے تو خواجہ غلام فرید صاحب کا ایک شعر میں اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کروں گا:

تھی فریدا شاد ول جھوکاں تھی سن آباد ول
ایہہ نیں نہ وہسی ہک منی

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر صدیقی صاحب اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر پکارنے لگے کہ
یہ شعر انہوں نے غلط پڑھا ہے اور میں اس کی تصحیح کرتا ہوں مگر
جناب سپیکر نے انہیں بات کرنے کا موقع نہ دیا)
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! لاء اینڈ آرڈر کے اوپر بے پناہ criticism کیا گیا۔ یہ کہا گیا کہ صوبے کی امن و امان کی صورتحال اس سے ابتر کبھی نہیں ہوئی۔ میں on the floor of the House ایک بات admit کرنا چاہتا ہوں کہ میں کم از کم اتنا پیٹریاٹ اور اتنا ملک دوست ضرور ہوں جتنے اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تمام ساتھی ہیں لیکن میں واحد بندہ تھا جس کو گیس پائپ لائن پھٹنے پر اندر سے خوشی ہوئی تھی۔ آپ لوگ حیران ہوں گے کہ ایک طرف تو پیٹریاٹ ازم کا ذکر کر رہا ہے اور دوسری طرف خوش ہو رہا ہے کہ گیس پائپ لائن پھٹی۔ میں صرف اپنے ضلع راجن پور کی مثال دوں گا۔ بہت سے لوگوں کو تاثر ہو گا کہ یہ کتنے بڑے feudals ہیں اور یہ کتنے بڑے قبیلوں کے سردار اور پتا نہیں کیا چیز ہیں۔

جناب والا! 98-1997 میں میرے اپنے ذاتی سات ٹریکٹر تین مہینے میں ڈکیتی ہوئے۔ ہمارا ضلع کی ایک بہت ہی مختلف situation ہے اسے بلوچستان بھی لگتا ہے اور سندھ بھی لگتا ہے۔ دو صوبے لگتے ہیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال یہ تھی کہ ڈاکو چھپ کر ہمارے پاس نہیں آتے تھے بلکہ fleets کے اندر ایل ایم جی، راکٹس لانچرز لے کر all district was a piece of cake وہ کسی بھی عزت دار کو، کسی بھی وقت کہیں سے بھی اٹھا کر لے کر جا سکتے تھے۔ پولیس باقاعدہ طور پر تھانوں کو ہتھکڑیاں لگا لیتی تھی۔ تھانوں کے باہر ہتھکڑیاں لگی ہوئی دیکھی ہیں کہ ڈاکو اندر نہ آئیں اور اندر آ کر ہمیں مار نہ جائیں۔

جناب والا! آج یہ اعزاز ایک ہیومن سوسائٹی کا ہے، بھیڑ چوری، بکری چوری، ذاتی دشمنی کے اندر قتل کی میں بات نہیں کر رہا جو heinous crimes ہوتے تھے۔ جب میں قل خوانی پر بیٹھا ہوتا تھا اور ڈاکو مجھے فون کر کے بتا رہے ہوتے تھے کہ اتنا ransom دو گے تو ہم تمہارے بندے کو چھوڑیں گے ورنہ ہم ماردیں گے اور اس کے لواحقین سامنے بیٹھے ہوتے تھے اور انہیں ہم خود pay کرتے تھے کہ یار یہ لو اگر تمہارے بندے کی زندگی بچتی ہے تو زندگی بچاؤ۔ آج ملتان، مظفر گڑھ، رحیم یار خان کے میرے ساتھی ہوں گے اور وہ اس سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اگر پولیس کو وسائل دیئے ہیں تو my district was the worst case scenario of Law & Order اس ضلع میں بوسن گینگ تھا جس کا خاتمہ ہوا۔ پچھلے تین یا چار سال سے کسی قسم کی کوئی بگٹی واردات نہیں ہوئی جو پہاڑوں سے آتے تھے اور وارداتیں کرتے تھے۔

گیس لائن کے پھٹنے کی خوشی اس لئے ہوتی کہ کم از کم حکومت کی توجہ ہمارے ضلع کی طرف پائپ لائن کی وجہ سے ہو گی کہ یہاں بھی انسان رہتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہاں پر بکریاں اور مرغیاں نہیں مر رہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! زراعت کے لئے فرمایا گیا کہ زیادہ رقوم مختص نہیں کی گئیں۔ ہمارا بے پناہ اہم شعبہ ہے اور زراعت کو اگر آپ in isolation دیکھیں۔ اگر آپ اکیلے میں دیکھیں تو شاید آپ کو یہ رقوم کم لگیں لیکن اس معزز ایوان کے تمام کاشتکار حضرات مجھ سے ضرور اتفاق کریں گے کہ اگر زراعت کی ترقی میں کسی چیز کی اگر ایک single largest constraint دیکھا جائے جو ایگریکلچر کو نہیں بڑھنے دے رہا تو وہ آبپاشی کے پانی کی کمی ہے۔ اریگیشن سیکٹر کے اندر ہم نے مظفر گڑھ میں located صرف تونسہ بیراج پراجیکٹ کا نام لیتا ہوں جو 10۔ارب روپے کی مالیت سے بنا ہے

اور ایگریکلچر سیکٹر کبھیprosper کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا جب تک آپ کے لئے اریگیشن اور کینال واٹر مہیا نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر!خواتین کے حوالے سے یہاں پر بات کی گئی تو میری خواہش تو یہی تھی کہ میں اپنے اسی بجٹ documentکو gender based پر پیش کر پاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جولائی کے آخر تک، ہمیں سب سے پہلے آج یہ دیکھنا ہے کہ ہم اپنی خواتین پر خرچ کیا کر رہے ہیںit is not necessary کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کے اندر خواتین یا پوپلیشن کے مطابق ہی ہوں۔ یہ کوئی صحیفہ قرآنی یا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ خواتین کی صحت کی ضروریات مرد حضرات سے زیادہ ہیں ان کو صحت میں مردوں سے زیادہspending کی ضرورت ہے۔ کچھ شعبہ جات ایسے ہوں گے جن میں مرد حضرات کو زیادہspendingg کی ضرورت ہو گی۔ سب سے پہلے ہم وہ اپناbudget document بنائیں گے کہ آج ہم اپنی بہنوں پر کیا خرچ کر رہے ہیں اور جس جس سیکٹر میں اس کی کمی ہو گی اس کو ایکplanned طریقے سے انشاء اللہ ضرور پورا کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اقلیتوں کے حوالے سے جو میرے دوست کھڑے ہوئے تھے کہ 30کروڑ روپے رکھا گیا ہے میں نے اپنیhonourable Minister for Minorities کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ یہ اپنے تمام ممبرز کی مشاورت سے جس طرح بھی چاہیں گی فنانس ڈیپارٹمنٹ، حکومت پنجاب نے وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم پر یہ وسائل صرفminorities کے لئے مختص کئے ہیں جس طرح بھی یہ اپنی ترجیحات چاہیں گی اس کو ہم ان کی ترجیحات کے مطابق یہ جولائحہ عمل بنادیں گی اس کے مطابق خرچ کریں گے۔

جناب والا!مہنگائی کے متعلق میں پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کسی کو criticize کرنا بے پناہ آسان ہے اللہ تعالیٰ جنرل مشرف صاحب کو لمبی حیاتی دے کہ انہوں نے چار سال اور چوتھا اس ایوان میں بجٹ پیش کرنے کی مسلم لیگ کی حکومت کو اعزاز دیا ہے۔ میں آپ کو پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ جو ہمارے اپوزیشن کے بھائی یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو inflation ہے اور بے پناہ بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے، بخدا اگر میری جگہ آج آپ راناثناء اللہ صاحب کو فنانس منسٹر بنادیں تو بھی یہ مہنگائی اسی طرح رہے گی۔ مہنگائی کے متعلق ہم ہمیشہ اپنا صرف ایکargument دیتے رہے ہیں،multiple اور بھیfactors ہوں گے لیکن اس میں جو سب

سے زیادہ مہنگائی کے بڑھنے کی وجہ تھی وہ پٹرولیم پراڈکٹس کیunreasonable price hike تھی۔اب دو طریقے تھے یا تو آپ پٹرولیم کوsubsidize کرو جس کو فیڈرل گورنمنٹ نے تقریباً 60۔ارب روپیہ subsidize بھی کیا اس 60۔ارب روپے کیsubsidy کے باوجود اس کے prices بہت زیادہ رہے یا ہمارے پاس دوسرا طریقہ کیا تھا کہ ہم اپنے لوگوں کی انکم کو بہتر کریں۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ صوبہ پنجاب کی70 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور آپ جناب!اس بات سے بھی اتفاق کریں گے اور یہ پورا معزز ایوان اس بات سے اتفاق کرے گا کہ جو ہماری زرعی اجناس پولیٹیکل گورنمنٹ آنے سے پہلے گندم کا سرکاری ریٹ -/300روپے تھا مگر ہمارے اپنے اضلاع میں-/190 اور-/200روپے تک بکتی رہی۔ کم از کم اس بات کا تو کریڈٹ اس پولیٹیکل گورنمنٹ کو دیجئے کہ ہم نے جو کم از کم سرکاری ریٹ طے کیا وہensure کیا ہے کہ ہمارے ہر کاشتکار کو ملے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگر اس سے ان کے مسائل 100 فیصد ختم نہیں ہوئے تو کم از کم گھٹ ضرور گئے ہیں۔ ہماری 70 فیصد آبادی زراعت سے منسلک ہے اور ان کو ان کےagriculture production کا صحیح ریٹ دلوا کر ہم نے ان کے مسائل کافی حد تک کم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

جناب والا!اب آ جاتا ہےconsumer کہ آپ نےagriculture sector کو تو پوری پرائس دے دی اس سےconsumer کو اس سےdirect hit ہوتی ہے وہ directly affect ہوتا ہے توconsumer کے لئے کیا کیا کہ اگر کاشتکار کو پورا ریٹ مل رہا ہے تو اس سے روٹی کا ریٹ بڑھے گا اور باقی تمام چیزوں کا ریٹ بڑھے گا۔اس کے لئے ہم نےtargetted subsidy دی اس سے میرے دوست اور بھائی یہ توقع کریں کہ صوبے کے سات آٹھ کروڑ عوام کو وہ targetted subsidy دی جائے تو وہ شاید عملی طور پر ممکن نہ ہو۔ ہم لوگوں نے 5لاکھ 56 ہزار فیملیز کوidentify کیا۔ مختلف ذرائع سے اس کوverify کروایا کہ یہ غریبوں میں سے غریب ہیں اور ان کے لئے ہم نے وہtargetted subsidy دیں۔

یہاں پر یوٹیلٹی سٹور کے متعلق کافی باتیں ہوتی رہیں۔اپوزیشن اور حکومتی بنچز نے اس کوappreciate بھی کیا اور اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ یہ ناکافی ہیں تو میں اس پر اپنے حکومتی دوستوں کا بھی اور اپوزیشن کا بھی،clarify کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت جنرل پرویز مشرف صاحب نے چاروں صوبائی وزرائے اعلیٰ کی میٹنگ بلائیprice hike کے حوالے سے تو He was

Chief Minister Punjabجنہوں نےidentifyکیا کہ معزز صدر صاحب اگر ہم تحصیل لیول تک اپنے یوٹیلٹی سٹور بنا بھی لیں گے تو تحصیلوں کا بھی ایریا بہت بڑا ہے کسی بندے کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک کلو چینی لینے کے لئے اپنے دیہات سے اٹھے اور تحصیل ہیڈ کوارٹر تک آئے اس کو اتنی savingنہیں ہو گی جتنا اس کا آنے جانے کا کرایہ پڑ جائے گا۔ آپ کے اپنے دیہاتوں میں پرانی دکانیں موجود ہیں ان کو فرنچائز لائسنس جاری کئے جائیں گے جو bulk quantityمیں procureکریں گے اشیائے خوردونوش یوٹیلٹی سٹور سے اور اپنے ہی دیہات کی دکانوں میں اس کو سپلائی کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس کے علاوہ اس چیز کو بھی ہم ترویج دے رہے ہیں بنک آف پنجاب کی collaborationسے کہ ہم موبائل یوٹیلٹی سٹورز کوintroduceکر سکیں لیکن اس میں پرائیویٹ سیکٹر کو ہم نےinvolveکرنا ہے پرائیویٹ سیکٹر کی دلچسپی دیکھنا ہے کہ لوگوں کو گھروں میں اور دیہاتوں میں مختلف جگہوں پر وہ اپنی گاڑیاں لے کر جائیں اور مختلف جگہوں پر وہ اپنی پراڈکٹس مہیا کریں۔

جناب والا! ہمیشہ سے ایک بات ہوتی رہی کہ آپ وسائل زیادہ لے کر آؤ، اپوزیشن، ٹریژری بنچز ہر ایک کی یہinstanceرہی ہے، گورنمنٹ کی یہinstanceرہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہresources اپنے صوبے کے عوام کے لئے لیں۔resourcesہمیشہ سے آجاتے تھے یوٹیلائزیشن میں دقت ہوتی تھیutilizationبھی بہتر ہو جاتیں۔ میں آپ کو اپنے تین سال کا ٹریک بتاتا ہوں کہ ہم نے 80 فیصد سے شروع کیا اور اس سال ہم توقع کر رہے ہیں کہ شاید ہم یوٹیلائز97 فیصد تک کر پائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ایک بہت اہم چیز ہے جس کی میں آپ کی وساطت سے نشاندہی کرنا چاہوں گا اور اپنے پورے معزز ایوان کوappriseکرنا چاہوں گا۔ وسائل بھی آ گئے، یوٹیلائز بھی ہو گئے لیکن آپ کے ایک عام آدمی کو کیا فائدہ پہنچا، اس میں کیاtransparencyتھی اس کو آپ نے کتناcloselymonitorکیا؟

جناب والا! یہ سہرا بھی چودھری پرویزالٰہی کو جاتا ہے اور اس کی کیبنٹ کا سر آج ایک دفعہ پھر فخر سے بلند ہے کہ مانیٹرنگ کا سسٹم بھی چودھری پرویزالٰہی نےinsistکر کر کے بار بار کہہ کہہ کر کہ مجھے یوٹیلائزیشن اور زیادہ وسائل سے زیادہ ان کیtransparencyاور ان کا میرے

massesتک پہنچنااہم ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کا مانیٹرنگ یونٹ کی ایک مثال ہے۔آپ کسی بھی چیز کو جتنا بھیcriticizeکرنا چاہیں کر سکتے ہیں لیکنfrom the core of your heart ضمیر بیچ میں شرمندہ ضرور کرتا ہے کہ یہ بات ہم درست کر رہے ہیں یا نہیں کر رہے ہیں۔

جناب والا!میں گزارش کروں گا کہ مانیٹرنگ 2004میں شروع ہوئی بہت ہی flawed اور crudeسا ایک فارمولہ تھا نہ کوئیconceptتھا جب یہ in placeآیا تو refineہوتا رہا، ہوتا رہا، ہوتا رہااور چار مہینے پہلے اس کی فائنل شکل آئی اب بھی وہ کوئی صحیفہ آخر یا کوئی صحیفہ آسمانی نہیں ہے اگر آپ پسند کریں تو اس کو ہم آپ کے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں اس میں آپ کوئی اصلاح کرنا چاہیں ہم ویلکم کریں گے۔ میرے سے اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے جتنے بھی لوگ ہیں بھلے وہ اراکین اسمبلی ہیں بھلے وہ اسمبلی سٹاف ہے مجھ سے زیادہ اعلیٰ و برتر ہیں مجھ سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ میں اس ٹوپی پہنے ہوئے بھائی کی مثال دیتا ہوں ٹوپی پہنا ہوا میرا بھائی نقصان کرے گا، کیا کرے گا چائے کی پیالی توڑ دے گا، پرچ ٹوٹ جائے گی، پانی کا گلاس توڑ دے گا لیکن حضور جب سرکار غلطیاں کرتی ہے تو وہblundersکرتی ہے، قوموں کی تباہیاں ہو جاتی ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہم پورے کھلے دل سے آپ کی تمام مثبت تجاویز پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہیں جس کے لئے میں آپ کو دوpractical examplesدوں گا۔ پانچ مرلہ کی سکیم، کوئی ہم سخت نہیں ہیں، کوئی ہمrigourنہیں ہیں کہ یہ ٹوپی یا یہ جو gentlemanوالی ہیٹ ہے یہ ہم نے ہی پہننی ہے۔ ہمارے لئے اپنے صوبہ کے لوگوں کا اصلاح واحوال اہم ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

پانچ مرلہ کی سکیم آپ کے سامنے ہے۔آپ نے بسنت کوcriticizeکیا۔ بسنت پر چیف منسٹر نے فیصلہ کیا کہ ٹھیک ہے اگر اس سے لوگوں کی جانیں جا رہی ہیں تو میں اپنے صوبہ میں قطعی طور پر اس کی اجازت نہیں دوں گا لیکن بخدا مثبت تجاویز دیں۔پولیس آرڈر کے لئے ہر حکومت سے اور تین سال سے ہم بھی سن رہے ہیں کہ تھانہ کلچر تبدیل ہو رہا ہے، تھانہ کلچر تبدیل ہو رہا ہے، جس طرح میں آپ سے توقع کر رہا ہوں کہ ضمیر کچوکے مارتا ہے،اس طرح ہمارا بھی مارتا تھا کہ ابھی تک تھانہ کلچر تبدیل نہیں ہوا۔ چار سال سے یہ ہم کر رہے ہیں لیکن آج میں پورے پر اعتماد طریقے سے اور سر فخر سے بلند کر کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہdocumentیہ نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی ردوبدل

نہیں ہو سکتا۔ ہم ایک چیز تو سامنے لے کر آئے ہیں۔ ہم نے یہ تو کہا ہے کہ ایک بندہ چوبیس گھنٹے ڈیوٹی کر کے آپ اس سے توقع کرو کہ وہ ہر ایک کو smile pass کرے، humanly it is impossible، ہم بھلے اپنی ناقص سی تجاویز لے کر آئیں گے، ہم اسمبلی کے floor پر بھی لے کر آئیں گے۔ اس پر discussion بھی کروائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

ہم intellectuals کو بھی دیں گے، ہم print media کو بھی دیں گے، ہم پریس کو بھی دیں گے، ہم تمام stake holders کو دیں گے تاکہ جو ہمارا پہلا ڈرافٹ ہے وہ ان تمام تجاویز اور ان تمام چیزوں کے باوجود جب بھی practically implacement ہو گا پھر بھی اس میں اصلاح کی بے پناہ گنجائش ہو گی اور پھر وہ اس کے implacement ہونے کے بعد اس کی قباحتیں یا اس کی اچھائیاں سامنے آئیں گی۔ خدارا! دل کو کھلا کیجئے اور جو چودھری پرویز الٰہی، جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم پاکستان شوکت عزیز صاحب کے احسن اقدامات ہیں ان کو کھلے دل کے ساتھ appreciate کریں، آپ کی اچھی مثبت تجاویز کے لئے ہمارے دروازے پہلے بھی کھلے تھے، آج بھی کھلے ہوئے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کا، اس معزز ایوان کا، اپوزیشن کا، اسمبلی کے سٹاف کا، فنانس ڈیپارٹمنٹ کا، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ محکمہ کا، تمام line ministries کے سٹاف کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر وہ دن رات، انتھک محنت نہ کرتے تو شاید ہم لوگوں کے لئے اتنا بہتر، نیک نیتی پر مبنی بجٹ پیش کرنا ممکن نہ ہوتا۔ بہت بہت شکریہ، پاکستان زندہ باد۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 22۔ جون 2006 صبح 10.00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔